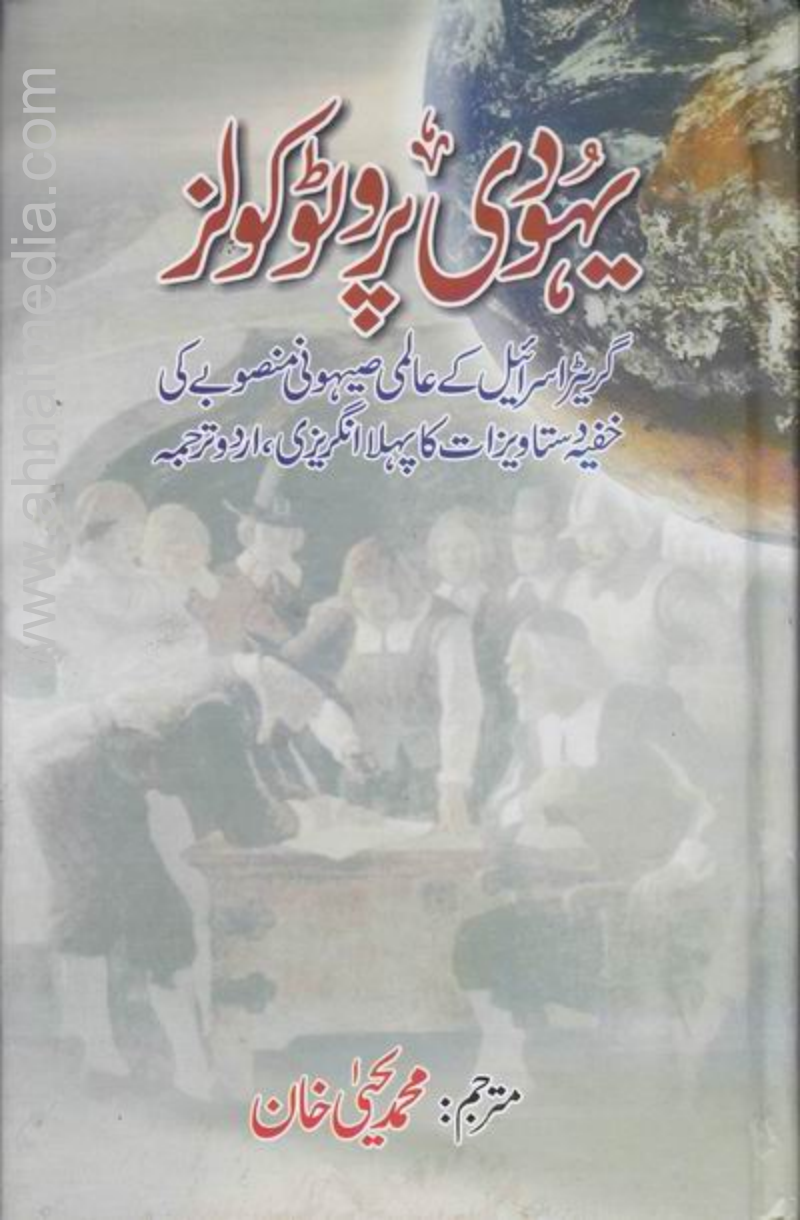

www.ahnafmedia.com

فہرست

پہلا باب: تمہید 9

دوسرا باب: 15

یہودیت کی ابتداء اور وجہ تسمیہ 16

اسرائیل کی مصر سے ہجرت 19

ناشکری اور نافرمانی پر سزا 20

فلسطین کی فتح 20

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا انتباہ 21

حضرت یوشع کا آخری انتباہ 22

فتح فلسطین کے بعد 23

اسرائیل کا پہلا بڑا دور فساد 25

خدا کی طرف سے آخری موقع 26

یونانی تسلط اور مقامی تحریک 27

آخری موقع بھی کھو گیا 28

تورات میں تحریف 29

تیسرا باب: یہودیوں کا حضرت عیسیٰؑ سے سلوک 34

ہیکل سلیمانی میں مسیحؑ کی آمد 37

یہودی علماء اور مشائخ پر تنقید 40

سازش 41

چوتھا باب: یہودیوں کا مسلمانوں سے سلوک 45

سبوتاژ کی کارروائیاں 56

مسلمانوں میں یہودیت کے اثرات کیسے پھیلے؟ 58

www.ahnafmedia.com

مسلم حکومتیں اور یہود کا رویہ 59
انتہائی شرانگیزی 64
پانچواں باب: یہودی، عیسائی اور مسلمان 67
جرمنوں کا سلوک 79
پولینڈ میں داخلہ 80
یہود کی ترکی میں آمد 82
چھٹا باب: یہودیت اور دور جدید 83
ساتواں باب: جمہوریت، سوشلزم اور یہودی 89
یہودی روس میں 93
خوفناک منصوبے کا انکشاف 95
آٹھواں باب: کمیونزم اور یہودیت کا تعلق؟ 97
یہود کے خلاف عوامی نفرت 101
فحاشی اور عریانی کے اڈے 104
کتابیں غائب کروانا 105
نواں باب: فلسطین 108
دسواں باب: پروٹوکولز ـــــ خوفناک منصوبہ 113
خفیہ دستاویزات 114
سازش کا انکشاف 115
پراسرار پیش گوئی 117
افسانہ نہیں حقیقت 120
سانپ اور عورت 120
یہودی عورتیں 121
پروٹوکول: ا بنیادی نظریہ 123
اقتدار، حق اور طاقت 123
سیاسی آزادی 124
قوت زر 125

www.ahnafmedia.com

مطلق العنان استبداد 125
عوامی رہنمائی 126
اخلاقی اقدار 126
استحقاق 127
عوام کی کمزوری 128
عیاشی اور فحاشی 128
فریب کاری 129
ذرائع اور وسائل 130
اسباب نفرت 130
پروٹوکول: 2 132
یہودی ماہرین اور مشیر 132
پریس کی طاقت 134
پروٹوکول: 3 فتح کے طریقے 135
علامتی سانپ اور اس کی اہمیت 135
دستوری پیمانے 135
پروٹوکول: 4 مذہب پر مادے کی فوقیت 141
پروٹوکول: 5 آمریت اور جدید ترقی 144
یہودی طرز حکومت 144
خفیہ سرگرمیاں 146
پہلا راز 148
دوسرا راز 148
پروٹوکول: 6 حصول اقتدار کی تکنیک 150
صنعت اور سٹے بازی 151
پروٹوکول: 7 عالمی جنگیں 153
پروٹوکول: 8 عبوری حکومت 155
غیر معقول فیصلے اور دلکش بیانات 155

www.ahnafmedia.com

فری میسنز کے معاونین 155
یہودی معیشت 156
پروٹوکول: 9 دوبارہ تعلیم کی ضرورت 158
قتل عام 159
ہمارے کارندے 160
پروٹوکول: 10 اقتدار کے لئے تیاری 162
منصوبوں کی تیاری 166
کٹھ پتلی صدر 167
پروٹوکول: 11 کلیت پسند ریاست 170
فری میسنری اور نمائشی اجتماع گاہیں 172
پروٹوکول: 12 پریس پر کنٹرول 173
آزادی کی تعبیر 173
پریس کا کردار 175
اخباری ملیشیا 177
تنظیمی طریقے 178
صحافیوں کی دکھتی رگیں 178
پروٹوکول: 13 اہم راہیں 180
پروٹوکول: 14 مذاہب کے خلاف جنگ 183
فحش ادب کا فروغ 184
پروٹوکول: 15 مستبدانہ دباؤ 185
اجتماع گاہیں 186
خفیہ تنظیمیں 187
غیر یہود کی خود فریبی 188
ہمارے اسلاف کی دور اندیشی 189
نئے قوانین 190
ججوں کی شرائط ملازمت 192

www.ahnafmedia.com

سرکاری ملازمین کی سرکوبی	193
تنسیخ قوانین کا حق	193
ریاست کا اصلی کام	193
جذبہ اطاعت	194
عالمی بادشاہت کا خواب	195
پروٹوکول: 16 برین واشنگ	196
تعلیمی پروگرام	197
پروٹوکول: 17 اتھارٹی کا غلط استعمال	200
غیر یہود مذہبی محاذ	201
پروٹوکول: 18 مخالفین کی گرفتاریاں	204
پروٹوکول: 19 حاکم اور محکوم	207
سیاسی جرائم	207
پروٹوکول: 20 مالیاتی پروگرام	209
ٹیکسوں کی اہمیت	210
حکمران طبقے کی جائیداد	211
ترقیاتی ٹیکس	212
گردش زر	212
استقبالیہ تقریبات	213
غیر یہود کے لئے اقتصادی بحران	213
طلب زر	214
اندرونی و بیرونی قرضے	216
پروٹوکول: 21 قرضے اور سرمایہ	220
خاص نقطہ	222
پروٹوکول: 22 قوت زر	224
پروٹوکول: 23 اطاعت پر آمادگی	226
پروٹوکول: 24 حکمران کی اہلیت	228

www.ahnafmedia.com

پہلا باب

تمہید

1998ء میں بھارت نے پوکھران (راجستھان) کے صحرا میں ایٹمی دھماکہ کیا تو اس کے چند روز بعد پاکستان نے چاغی (بلوچستان) کے بلند و بالا پہاڑوں میں اس سے کئی گنا زیادہ طاقتور ایٹمی دھماکے کر کے اپنا جواب دے دیا۔ اس پر بھارت کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کیونکہ اس کو پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کے اس درجے پر پہنچ جانے کی توقع نہ تھی اور اس کی اس صلاحیت کو وہ "ہنوز دلی دور است" سمجھتے ہوئے اسے مرعوب کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

پاکستان کے یوں "اچانک" اتنی بڑی ایٹمی قوت کے طور پر خود کو منوانے پر پوری دنیا میں بھی ایک بھونچال آ گیا۔ بھارت کے چند روز قبل کے ایٹمی دھماکے (جن کی اصل تاریخ 1974ء سے شروع ہوتی ہے) پر گنگ رہنے والے مغربی ممالک نے پاکستانی "جواب" پر بے حد شور و غوغا بلند کیا مگر اس شور میں ایک "مہین" سی آواز اسرائیل کی بھی تھی مہین اس لئے تھی کہ اسرائیل اس کے علاوہ کچھ "عمل" بھی کر رہا تھا یا کر چکا تھا جو چاغی کے بلند پہاڑوں میں ایٹمی دھماکہ ہونے سے ایک روز قبل رو نما ہوتے ہوتے رہ گیا۔

ہوا یوں کہ ایک دن قبل سعودی عرب کے اواکس (Awacs) طیاروں نے اسرائیلی جہازوں کے 6 سکوڈرنوں کو بھارت کی طرف پرواز کرتے ہوئے دیکھ لیا۔ اس وقت کی کشیدگی اور حالات کے سیاق و سباق میں سعودی فضائیہ کو یہ صورت حال بڑی معنی خیز معلوم ہوئی چنانچہ انہوں نے حکومت پاکستان کو فوری طور پر اس سے مطلع کر دیا۔ پاکستان کی مسلح افواج نے چند لمحوں میں معاملے کو بھانپ لیا اور مواصلاتی سیٹلائٹ

کے ذریعہ اسرائیلی طیاروں کی نقل و حرکت کی مانیٹرنگ شروع کر دی۔

رات بارہ بجے کے قریب بھارتی سفیر سے فون پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی گئی تو پتہ چلا کہ وہ کہیں "گئے" ہوئے ہیں۔ دوسری دفعہ فون کیا گیا تو بتایا گیا کہ وہ "" رہے ہیں۔ اصرار کر کے جب جگایا گیا اور بھارت میں اسرائیلی طیاروں کی مصروفیت کا سبب پوچھا گیا تو اس نے بتایا کہ وہ کل سویرے اپنی حکومت سے صورت حال معلوم کر کے جواب دیں گے۔

پاکستانی حکام نے اس گول مول جواب کو غیر تسلی بخش پا کر سفیر کو فوراً" دفتر خارجہ میں طلب کیا اور اسے پاکستان کے بے حد قریب ایک ایئر بیس پر ان کی موجودگی کی خبر دکھائی۔ اس نے کہا کہ یہ بھارتی طیارے ہیں' وزارت خارجہ نے اس کے تجاہل عارفانہ کو نظر انداز کرتے ہوئے کہا کہ یہ طیارے بھارت کے خرید کردہ نہیں بلکہ اسرائیل ہی کے ہیں جو کل یہاں پہنچے ہیں۔ اپنی حکومت کو ہمارا یہ انتباہ پہنچا دو کہ اس نے اس موقع پر کوئی مہم جوئی کی تو ان طیاروں کے پاکستان کی طرف بڑھنے سے پہلے بھارت کو عبرتناک سبق سکھا دیا جائے گا چنانچہ اس نے اسی وقت اپنی حکومت کو پاکستان کی تشویش سے مطلع کر دیا اور اسرائیل کا یہ منصوبہ ناکام ہو گیا۔ اگر پاکستان کے شاہینوں نے اپنے گردوپیش پر کڑی نظر نہ رکھی ہوئی ہوتی تو یہ کارروائی (خاکم بدہن) چاغی میں ایٹمی دھماکے سے قبل ہو جاتی جہاں تمام پاکستانی سائنس دان اپنے ساز و سامان سمیت اپنا تاریخی کارنامہ انجام دینے کے لئے مسلسل مصروف تھے۔ خدا کا شکر ہے کہ اسرائیل عراق کے بعد اس قسم کی دوسری کاروائی کا تمغہ اپنے سینے پر آویزاں نہ کر سکا۔ پاکستان نے اگلے روز نہایت کامیابی سے یکے بعد دیگرے سات ایٹمی دھماکے کر کے یہود اور ہنود کے چھکے چھڑا دیئے اور ان کی پشت پناہی کرنے والوں پر بھی بہت کچھ واضح کر دیا۔

اسرائیل نے عراق کے ایٹمی ری ایکٹر کو 7- جون 1981ء میں اس وقت تباہ کیا تھا جب وہاں محافظوں کی ایک شفٹ اپنی ڈیوٹی ختم کر کے واپس جا رہی تھی اور دوسری شفٹ والے ابھی اپنی ڈیوٹیاں سنبھالنے نہ پائے تھے' درمیانی وقفے کے اوقات کا صحیح

www.ahnafmedia.com

صحیح سراغ لگا کر اسرائیلی طیاروں نے ایسا اچانک حملہ کیا کہ سب کچھ ملیا میٹ ہو گیا اور ساتھ ہی وہ نامور سائنس دان بھی اللہ کو پیارا ہو گیا جو اس ری ایکٹر کا معمار تھا۔ اس طرح عراق اس شعبے میں سالہا سال پیچھے چلا گیا۔

پاکستانی سائنس دانوں اور ان تنصیبات کے محافظوں کو عراق کے اس ناخوشگوار واقعہ کا اچھی طرح علم تھا۔ صرف علم ہی نہیں وہ بھارت کی طرف سے ایسی طالع آزمائیوں سے کئی دفعہ نمٹ بھی چکے تھے۔ کہوٹہ ریسرچ لیبارٹریز پر بھارت کے جاسوسی اور حملہ آور طیارون نے کئی ناکام پروازیں کی تھیں' لیبارٹریز کے گرد و نواح میں بھی کئی جاسوس ممنوعہ علاقے کے اندر گھسنے کی کوششیں کر چکے تھے۔ ان ناپاک ارادوں کی خاطر بھارت نے اپنے چند ایک طیارے بھی تباہ کرا لئے تھے' لہٰذا جب اسرائیلی طیارون کی مدد سے اس نے متذکرہ کاروائی کی کوشش کی تو پاکستان کے لئے یہ نئی بات نہ تھی بلکہ "Just Another Action" تھا۔

اب ہم اسرائیل کی پاکستان دشمنی کے اسباب کی طرف آتے ہیں اور ان وجوہ کا بھی مختصر جائزہ لیتے ہیں جن کی بنا پر پاکستان یہودیوں کی آنکھوں میں ہمیشہ کھٹکتا رہا ہے۔ 1956ء میں نہر سویز پر اسرائیل برطانیہ اور فرانس کے حملے سے لے کر اب تک عرب دنیا اور بالخصوص اہل فلسطین کے خلاف بین الاقوامی جمہوریت نے جتنی کارروائیاں کیں' پاکستان نے خود عرب ملک نہ ہونے کے باوجود' ان کارراوئیوں کو اپنے خلاف معاندانہ سرگرمیاں سمجھا بلکہ عربوں سے بڑھ کر عرب ثابت ہوا کیونکہ وہ ان کے ساتھ اسلام کے اس رشتے میں منسلک ہے جو 15 صدیوں سے مسلمانوں کو آپس میں پروئے ہوئے ہے۔ اور وہ عربوں پر احسان کر کے نہیں بلکہ اپنا دینی فریضہ سمجھ کر اپنا اسلامی کردار ادا کرتا رہا۔ جواباً" عربوں کا طرز عمل بھی ایسا ہی تھا۔ وہ پاکستان کے اس کردار کو دلی طور پر پسند کرتے رہے' جب پاکستان نے ایٹمی دھماکہ کیا تو انہوں نے پاکستان کی اس کامیابی کو اپنی کامیابی سمجھا اور اس روز اپنے طور پر بے حد خوشی کا اظہار کیا۔

بعض عرب ملکوں نے اسرائیل کے ناجائز وجود کو سیاسی طور پر تسلیم بھی کر لیا لیکن پاکستان نے ایسا نہیں کیا اور امریکہ برطانیہ وغیرہ کے سخت دباؤ اور ترغیب کے

www.ahnafmedia.com

باوجود اپنے موقف پر قائم رہا۔ اسرائیل کی اس دشمنی کا ایک سبب اور بھی ہے۔ وہ یہ کہ پاکستان کی نظریاتی بنیاد مذہب ہے' یہود کا اسلام کے ساتھ بیر پندرہ صدیاں پرانا ہے چنانچہ جب وہ اپنی نظریاتی بنیاد پر غور کرتے ہیں تو انہیں یہی تاریخی تصادم یاد آ جاتا ہے جس کا آغاز ریاست مدینہ میں ہوا تھا۔

اسرائیل کے پہلے وزیراعظم ڈیوڈ بن گورین (Ben Gurion) نے اس حقیقت کا اعتراف 1967ء کی عرب اسرائیل جنگ کے فوراً" بعد کیا۔ انہوں نے پیرس (فرانس) کی ساربون یونیورسٹی میں ممتاز یہودیوں کے ایک اجتماع میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"بین الاقوامی صیہونی تحریک کو کسی طرح بھی پاکستان کے بارے میں غلط فہمی کا شکار نہیں ہونا چاہئے۔ پاکستان درحقیقت ہمارا اصلی اور حقیقی آئیڈیالوجیکل (نظریاتی) جواب ہے۔ پاکستان کا ذہنی و فکری سرمایہ اور جنگی و عسکری قوت و کیفیت آگے چل کر کسی بھی وقت ہمارے لئے باعث مصیبت بن سکتی ہے ہمیں اچھی طرح سوچ لینا چاہئے۔ بھارت سے دوستی ہمارے لئے نہ صرف ضروری ہے بلکہ مفید بھی ہے۔ ہمیں اس تاریخی عناد سے لازماً فائدہ اٹھانا چاہئے جو ہندو پاکستان اور اس میں رہنے والے مسلمانوں کے خلاف رکھتا ہے۔ یہ تاریخی دشمنی ہمارے لئے زبردست سرمایہ ہے۔ لیکن ہماری حکمت عملی (Strategy) ایسی ہونی چاہئے کہ ہم بین الاقوامی دائروں کے ذریعہ ہی بھارت کے ساتھ اپنا ربط و ضبط رکھیں۔" (یروشلم پوسٹ 9۔ اگست 1967ء)

یہی بات ایک دوسرے پیرائے میں امریکی کونسل فار انٹرنیشنل ریلیشنز کے زیر اہتمام چھپنے والی ایک کتاب "مشرق وسطیٰ : سیاست اور عسکری وسعت" (Middle East : Politics And Military Dimensions) میں کہی گئی ہے جس میں اس نظریئے کا پاکستان کی مسلح افواج اور سول ایڈمنسٹریشن کے کردار کے حوالہ سے ذکر کیا گیا ہے:

www.ahnafmedia.com

"پاکستان کی مسلح افواج' نظریہ پاکستان' اس کے اتحاد و سالمیت اور استحکام کی ضامن بنی ہوئی ہیں۔ جبکہ ملک کی سول ایڈمنسٹریشن بالکل مغرب زدہ ہے اور نظریہ پاکستان پر یقین نہیں رکھتی۔"

اسی کتاب کا مصنف عالمی شہرت یافتہ یہودی' پروفیسر سی جی پروئینز ہے جس نے بڑی کاوش سے واقعات اور مستند حوالوں کو یکجا کیا تاکہ یہودیوں کی بین الاقوامی تحریک کے کارکن (International Zionists) ٹھیک ٹھیک نشانے لگا سکیں۔

نظریہ پاکستان چونکہ سیاسی و اقتصادی زندگی اور بین الاقوامی تعلقات کو اسلام کی بنیاد پر تعمیر کرتا ہے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو وحدت کے دھاگے میں پروتا اور ان کی داخلی و خارجی پالیسیوں کو اس کے مطابق تعمیر کرتا ہے اس لئے یہ اسرائیل کے لئے باعث رنج و غم بنا ہوا ہے۔

اسرائیل کو اس سے ایک اور قسم کی تکلیف بھی پہنچ رہی ہے جو یہ ہے کہ یہودیوں کے ذہنوں میں عالمگیریت کا ایک نقشہ ہے جس کا وہ صدیوں سے خواب دیکھتے چلے آ رہے ہیں۔ "ان کی مذہبی پیشگوئیوں کے مطابق "یہوا" (خدا) کے وعدے کا زمانہ قریب آ رہا ہے جس میں دیگر تمام مذاہب ختم ہو جائیں گے اور صرف ایک دین باقی رہ جائے گا سب کو اسی میں مدغم ہو جانا پڑے گا۔ ہر یہودی ایسی بادشاہت کا نقشہ اور امنگیں لئے اپنی زندگی گزار رہا ہے۔ چنانچہ وہ خود کو ذہنی طور پر پاکستان کے ساتھ متصادم سمجھتے ہیں۔

اٹھارہویں صدی میں منظر عام پر آنے والی صیہونی دستاویزات پروٹوکولز میں اس بادشاہت کا ذکر واضح طور پر موجود ہے اور وہ مذہبی جذبے سے "یہواہ" کی عالمی بادشاہت قائم ہونے سے پہلے اس کے زمین ہموار کرنا چاہتے ہیں۔ پروٹوکول نمبر6 میں اس کا ذکر یوں کیا گیا ہے۔

"ہمیں ہر ممکن طریقے سے اپنی سپر گورنمنٹ کی اہمیت کو واضح کرنا ہو گا تاکہ ہمارے دائرہ اطاعت میں آنے والی قومیں ہمیں از خود اپنا محافظ اور محسن سمجھ سکیں۔"

www.ahnafmedia.com

ایک سوچنے والا ذہن یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ کیا اقوام متحدہ جو دوسری جنگ عظیم کے بعد قائم ہوئی کہیں یہودی ذہن ہی کی پیداوار نہیں؟ اگر ایسا نہیں ہے تو یہ ہمیشہ یہود ہی کو کیوں فائدہ پہنچاتی رہی ہے؟ امریکی ویٹو ہمیشہ انہی کے حق میں کیوں استعمال ہوا؟ فلسطین میں نہتے عربوں پر یہود کے مظالم کیوں بند نہیں ہو سکے؟ ہیومن رائٹس کمیشن کو انسانی حقوق کی خلاف ورزی مسلم ممالک ہی میں کیوں نظر آئی؟ تعلیمی، سائنسی اور ثقافتی تنظیم یونیسکو (Unesco)، بین الاقوامی لیبر تنظیم (I.L.O)، بین الاقوامی ادارہ صحت (W.H.O) اور جینو سائیڈ کنونشن وغیرہ میں یہود کے مفادات ہی کو کیوں پیش نظر رکھا جاتا رہا ہے۔ کیا پروٹوکول نمبر 6 ایسی سپر گورنمنٹ کے قیام کی "نوید" دیتا رہا ہے؟ اور جب مجوزہ عالمی حکومت قائم ہو گی تو کیا اقوام متحدہ کے انہی اداروں میں معمولی رد و بدل کر کے عالمی فتح

(World Conquest through World Government) کا پرچم لہرا دیا جائے گا۔

ان پروٹوکولز کا مطالعہ یہود کے ماضی اور حال کے منصوبوں کا آئینہ دار ہے اور مستقبل کے حالات کو بھی سمجھنے میں مدد دیتا رہے گا۔ یہ کتاب دراصل پروٹوکولز کو نئی روشنی میں دیکھنے میں بڑی مدد دے گی۔ بقول شاعر مشرق:

ملے گا منزل مقصود کا اسی کو سراغ
اندھیری شب میں ہے چیتے کی آنکھ جس کا چراغ

www.alahazratnetwork.org

www.ahnafmedia.com

دوسرا باب

یہودی ذہن کو سمجھنے کے لئے ہمیں تاریخ کے ان واقعات کا از سرنو مطالعہ کرنا ہو گا جو قرون اولیٰ سے لے کر اب تک سلسلہ وار رونما ہوتے رہے ہیں۔ اس سے ان کی عیسائیت سے دشمنی کی تاریخ کی جھلک بھی دکھائی دے سکتی ہے اور مسلمانوں سے عناد کے اسباب بھی سمجھ میں آ سکتے ہیں اور جدید تاریخ میں یورپ کے مختلف ممالک میں اٹھنے والی تحریکوں سے ان کے مثبت اور منفی علائق کا بھی اظہار ہو سکتا ہے۔

"اسرائیل" کے لفظی معنی خدا سے "کشتی کرنے والا" کے ہیں۔ یہ معنی یہودیوں کے جدید ترین ترجمہ کتب مقدسہ (The Holy Sepulchre) میں بتائے گئے ہیں۔ جیوش پبلی کیشنز سوسائٹی آف امریکہ (1954ء) نے شائع کی ہیں۔ اس کا ذکر کتاب پیدائش (Genesis) کے باب 32 آیات 25 تا 29 میں آیا ہے۔ عیسائیوں کے ترجمہ بائبل میں بھی یہ مضمون اسی طرح بیان ہوا ہے۔ یہودی ترجمہ کے حاشیہ میں "اسرائیل" کے معنی یہ لکھے گئے ہیں (He Who Striveth With God) یعنی "جو خدا سے زور آزمائی کرے۔" انسائیکلو پیڈیا آف ببلیکل لٹریچر میں عیسائی علماء نے "اسرائیل" کے معنی (Wrestler With God) یعنی خدا سے کشتی لڑنے والا لکھے ہیں۔

پھر بائبل کی کتاب "ہوسیع" کے باب 12 آیت 4 میں حضرت یعقوبؑ کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے کہ "وہ اپنی جوانی کے زمانے میں خدا سے کشتی لڑا' پھر فرشتے سے بھی کشتی کی اور غالب رہا۔" یہودی روایات میں آیا ہے کہ ہمارے مورث اعلیٰ حضرت یعقوبؑ سے اللہ تعالیٰ نے رات بھر کشتی لڑی جو صبح تک جاری رہی' اللہ تعالیٰ پھر بھی

اسے پچھاڑ نہ سکا۔ جب صبح ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا---- "اب مجھے جانے دے" تو انہوں نے جواب دیا "میں تجھے اس وقت تک نہ جانے دوں گا جب تک تو مجھے برکت (Blessings) نہ دے۔" اللہ تعالیٰ نے پوچھا---- "تمہارا نام کیا ہے؟" انہوں نے جواب دیا' "یعقوب۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "آئندہ تیرا نام یعقوب نہیں بلکہ اسرائیل ہو گا کیونکہ تو نے خدا اور آدمیوں کے ساتھ زور آزمائی کی اور ان پر غالب آیا" (آخر وہ کیسا خدا تھا جو اپنے مدمقابل کے نام تک سے بے خبر تھا اور پھر کشتی لڑ کر اپنے حریف سے شکست بھی کھا گیا؟---- مئولف)

عام لوگ بنی اسرائیل کے عروج کی تاریخ حضرت موسیٰ سے شروع کرتے ہیں لیکن قرآن مجید (سورا المائدہ آیت 20) کہتا ہے کہ بنی اسرائیل کا اصل زمانہ عروج حضرت موسیٰؑ کی بعثت سے پہلے گزر چکا تھا جسے خود حضرت موسیٰؑ اپنی قوم کے سامنے اس کے شاندار ماضی کی حیثیت سے پیش کرتے تھے۔

یہودیت کی ابتدا اور وجہ تسمیہ

اصل دین جو حضرت موسیٰؑ اور ان سے پہلے اور بعد کے انبیاء لائے تھے وہ تو اسلام ہی تھا۔ ان انبیاء میں سے کوئی بھی یہودی نہ تھا۔ اور نہ ان کے زمانے میں یہودیت پیدا ہوئی تھی۔ یہ مذہب اس نام کے ساتھ بہت بعد کی پیداوار ہے۔ یہ اس خاندان کی طرف منسوب ہے جو حضرت یعقوبؑ کے چوتھے بیٹے "یہوداہ" کی نسل سے تھا۔ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد جب ان کی سلطنت دو ٹکڑے ہو گئی تو یہ خاندان اس ٹکڑے پر مشتمل ریاست کا مالک بن گیا جو "یہودیہ" کے نام سے موسوم ہوئی۔ جبکہ بنی اسرائیل کے دوسرے قبیلوں نے اپنی الگ ریاست "سامریہ" قائم کر لی۔ پھر "اسیریا" نے نہ صرف "سامریہ" کو تباہ و برباد کر دیا بلکہ ان اسرائیلی قبیلوں کو بھی ملیا میٹ کر دیا جو اس ریاست کے بانی تھے۔ اس کے بعد صرف "یہوداہ" اور اس کے ساتھ بن یا بین کی نسل باقی رہ گئی جس پر یہوداہ کی نسل کے غلبے کی وجہ سے یہودی کے لفظ کا اطلاق ہونے لگا۔ اس نسل کے اندر کاہنوں اور ربیوں اور احبار نے اپنے اپنے خیالات

www.ahnafmedia.com

اور رجحانات کے مطابق عقائد و رسوم اور مذہبی ضوابط کا جو ڈھانچہ صدیوں میں تیار کیا تھا' اس کا نام یہودیت (Judaism) ہے۔ اس ڈھانچے کی تشکیل چوتھی صدی قبل مسیح سے ہونا شروع ہوئی اور پانچویں صدی عیسوی تک جاری رہی۔ اس میں اللہ کے رسولوں کی لائی ہوئی آسمانی ہدایت کا بھی کچھ حصہ شامل ہے مگر یہ بہت تھوڑا ہے اور اس کا حلیہ بھی بگڑ چکا ہے۔ اس بنا پر قرآن مجید اکثر مقامات پر ان کو "الذین ھادوا" کہہ کر مخاطب کیا گیا ہے یعنی "اے لوگو جو صرف یہودی بن کر رہ گئے ہو۔" ان میں سب کے سب اسرائیلی ہی نہ تھے بلکہ ایسے غیر اسرائیلی لوگ بھی تھے جنہوں نے یہودیت قبول کر لی تھی۔ قرآن مجید میں جہاں بنی اسرائیل کو مخاطب کیا گیا ہے وہاں بنی اسرائیل کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں اور جہاں مذہب یہود کے پیروکاروں کو خطاب کیا گیا ہے وہاں "الذین ھادوا" کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

بنی اسرائیل کو مصر میں صدیوں فراعنہ کے ہاتھوں انتہائی ذلت اور رسوائی کے سلوک کا نشانہ بننا پڑا' اس حالت میں اللہ تعالیٰ کو ان پر ترس آیا چنانچہ اس نے حضرت موسیٰ کو مبعوث فرما کر انہیں غلامی و نکبت سے نجات پانے کا وسیلہ پیدا کر دیا۔ ان پر ایک کتاب نازل ہوئی جس کے فیض سے یہ پسی ہوئی قوم ایک نامور قوم بن گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون مصر کے سامنے دو مطالبے رکھے تھے۔ ایک یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی (اسلام) قبول کر لے اور دوسرا مطالبہ یہ تھا کہ بنی اسرائیل کی قوم پر جو پہلے سے مسلمان تھی' مظالم کا سلسلہ فوراً بند کر دے۔ دوسری جانب انہوں نے بنی اسرائیل کو یہ درس دیا کہ وہ اللہ سے مدد مانگیں اور صبر و ضبط سے کام لیں۔ یہ زمین اللہ کی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے۔ آخری کامیابی انہی کے لئے ہے جو اس سے ڈرتے رہیں اور اس کی خوشنودی کے طالب رہیں۔

فرعون نے حضرت موسیٰؑ کی دعوت قبول نہ کی' اور ان کے پیش کردہ معجزات دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لایا مگر بنی اسرائیل نے بھی پیغمبر کی دعوت اور نصائح کو چنداں لائق توجہ نہ سمجھا کیونکہ حضرت موسیٰؑ کی کھل کر حمایت کرنے اور اپنے محسن کا بھرپور

www.ahnafmedia.com

ساتھ دینے میں انہیں سخت خطرات محسوس ہونے لگے۔ صرف چند جراتمند نوجوانوں (لڑکوں اور لڑکیوں) نے حق کا ساتھ دینے کا اعلان کیا۔ مگر ان کی ماؤں، باپوں اور قوم کے سن رسیدہ لوگوں پر مصلحت پسندی اور دنیاوی اغراض کی بندگی اور عافیت کوشی چھائی رہی۔ انہوں نے الٹا نوجوانوں کو یہ کہہ کر روکنا شروع کر دیا کہ موسیٰ کے قریب نہ جاؤ ورنہ تم خود بھی فرعون کے غضب کا شکار ہو جاؤ گے، ساتھ ہمیں بھی لے ڈوبو گے۔

ان کے اس طرز عمل کی یہ وجہ نہ تھی کہ انہیں حضرت موسیٰؑ کے صادق ہونے اور ان کی دعوت کے برحق ہونے پر کوئی شبہ تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ اور خصوصاً ان کے اکابر و اشراف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دے کر اپنے آپ کو فرعون کی سخت گیری کے خطرے میں ڈالنے کے لئے تیار نہ تھے۔ حالانکہ یہ لوگ نسلی اور مذہبی، دونوں حیثیتوں سے حضرات ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کے امتی تھے اور اس بناء پر ظاہر ہے کہ سب مسلمان تھے لیکن ایک طویل عرصہ کے اخلاقی انحطاط نے اور اس پستی نے جو غلامانہ زندگی گزارنے کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی ان میں اتنی جرات اور اتنا بل بوتا نہ چھوڑا تھا کہ کفر و ضلالت کی فرمان روائی کے مقابلے میں ایمان و ہدایت کا پرچم لے کر خود اٹھتے یا جو اٹھا تھا اس کا ساتھ دیتے۔

واضح رہے کہ ایک دور ستم وہ تھا جو حضرت موسیٰؑ کی پیدائش سے قبل رعمیسس ثانی کے دور میں جاری ہوا تھا اور دوسرا دور ستم یہ تھا جو (فرعون منفتاح کے دور میں) موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کے بعد شروع ہوا، دونوں ادوار میں یہ بات مشترک تھی کہ بنی اسرائیل کے نوزائیدہ لڑکوں کو قتل کر دیا جاتا اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جاتا تھا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے درمیان کشمکش میں اسرائیلیوں کی اکثریت کا طرز عمل کیا تھا اس کا اندازہ بائبل کی اس عبارت سے ہو سکتا ہے:

"جب وہ فرعون کے پاس سے نکلے آ رہے تھے تو ان کو موسیٰؑ اور ہارونؑ ملاقات کے لئے راستے میں کھڑے ملے۔ تب انہوں نے

ان سے کہا تمہیں خداوند ہی دیکھے اور تمہارا انصاف کرے۔ تم نے ہمیں فرعون اور اس کے اہلکاروں کی نگاہ میں اتنا قابل نفرت ٹھہرا دیا ہے کہ ہمارے قتل کے لئے ان کے ہاتھ میں تلوار دے دی ہے۔" (خروج 6 : 20-21)

تلمود میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل موسیٰؑ اور ہارونؑ سے کہتے تھے:

"ہماری مثال تو ایسی ہے جیسے ایک بھیڑیئے نے بکری کو پکڑا' چرواہے نے اس کو بچانے کی کوشش کی' دونوں کی کشمکش میں بکری ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ بس اسی طرح فرعون کی اور تمہاری کھینچ تان میں ہمارا کام تمام ہو جائے گا۔"

اسرائیل کی مصر سے ہجرت

مصر سے نکلنے کی اللہ تعالیٰ نے آخرکار ایک تاریخ مقرر فرما دی۔ جس میں تمام اسرائیل اور غیر اسرائیلی مسلمانوں کو اس ملک کے ہر حصے سے ہجرت کرنا پڑی۔ سب لوگ ایک طے شدہ مقام پر جمع ہو کر ایک قافلہ کی صورت میں روانہ ہو گئے۔

حضرت موسیٰؑ نے بحر احمر کی طرف جانے والا راستہ اختیار کیا۔ لیکن ادھر سے فرعون ایک لشکر عظیم لے کر تعاقب کرتا ہوا ٹھیک اس موقع پر آ پہنچا جب یہ قافلہ ابھی ساحل سمندر پر ہی تھا۔ قرآن مجید کی سورۃ الشعراء میں بتایا گیا ہے کہ مہاجرین کا قافلہ فرعونی لشکر اور سمندر کے درمیان بالکل گھر چکا تھا۔ عین اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ "اپنا عصا سمندر پر مار" چنانچہ ان کا عصا مارنے سے سمندر فوراً پھٹ گیا اور اس کا ہر ٹکڑا ایک بڑے ٹیلے کی طرح کھڑا ہو گیا اور بیچ میں صرف یہی نہیں کہ قافلے کے گزرنے کے لئے راستہ نکل آیا بلکہ بیچ کا یہ حصہ خشک ہو کر سوکھی سڑک کی طرح بن گیا۔ اس سڑک سے مہاجرین کے گزرتے ہی فرعون اپنے لشکر سمیت سمندر کے اس درمیانی راستے میں اتر آیا اور سمندر نے اس کو اس کے لشکر سمیت غرق کر دیا۔

www.ahnafmedia.com

ناشکری اور نافرمانی پر سزا

حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر جزیرہ نمائے سینا میں مارہ، ایثم، اور رفیدیم کے راستے کوہ سینا کی طرف آئے اور ایک سال سے کچھ زیادہ مدت تک اس مقام پر ٹھہرے رہے۔ توراۃ کے بیشتر احکامات یہیں آپؑ پر نازل ہوئے۔ انہی احکام میں ایک حکم یہ تھا کہ بنی اسرائیل کو لے کر فلسطین کی طرف جاؤ اور اسے فتح کرو کہ وہ تمہاری میراث میں دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپؑ بنی اسرائیل کو لئے ہوئے تبعیرہ اور حصیرات کے راستے دشت فاران میں پہنچے جہاں سے آپ نے ایک بارہ رکنی وفد فلسطین کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے بھیجا۔ اس وفد نے 40 روزہ دورہ سے واپس آ کر قادس کے مقام پر آپ کو اپنی رپورٹ پیش کی۔ حضرت یوشع اور کالب کے سوا پورے وفد کی رپورٹ بڑی حوصلہ شکن تھی جسے سن کر بنی اسرائیل چیخ اٹھے اور انہوں نے فلسطین کی مہم پر جانے سے انکار کر دیا (قرآن مجید کے الفاظ میں انہوں نے کہا۔ انا لن ندخلها ابدا" ما دامو افيها فاذهب انت وربك فقاتلا انا ههنا قاعدون۔ "ہم تو وہاں کبھی نہ جائیں گے جب تک وہ وہاں موجود ہیں۔ پس تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور لڑو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔" (سورا المائدہ آیت 24)

تب اللہ تعالیٰ نے بطور سزا یہ حکم دیا کہ اب چالیس برس تک اس علاقے میں بھٹکتے رہیں گے اور ان کی موجودہ نسل حضرت یوشع اور کالب کے سوا فلسطین کی شکل نہ دیکھنے پائے گی۔ اس کے بعد بنی اسرائیل دشت فاران، بیابان شور اور دشت صین کے درمیان مارے مارے پھرتے رہے اور عمالقہ، اموریوں، ادومیوں، ندیانیوں اور موآب کے لوگوں سے لڑتے بھڑتے رہے۔

فلسطین کی فتح

جب سزا کے چالیس سال پورے ہونے لگے تو ادوم کی سرحد کے قریب کوہ ہور پر حضرت ہارونؑ وفات پا گئے۔ پھر حضرت موسیٰؑ بنی اسرائیل کو لئے ہوئے موآب کے علاقے میں داخل ہوئے۔ اس علاقے کو فتح کرنے کے بعد حسبون اور شطیم تک پہنچ

گئے۔ یہاں کوہ عباریم پر حضرت موسیٰؑ انتقال فرما گئے۔ ان کے بعد حضرت یوشع ان کے خلیفہ اول بنے جنہوں نے دریائے اردن کو پار کر کے شہر یریحو (اریحا) کو فتح کیا۔ یہ فلسطین کا پہلا شہر تھا جو بنی اسرائیل کے قبضے میں آیا۔ پھر قلیل مدت ہی میں پورا فلسطین فتح ہو گیا۔ اس فتح سے پہلے بنی اسرائیل طرح طرح کے فتنوں میں مبتلا ہوئے اور بعد از فتح ان میں پھر شر اور فساد نے مختلف شکلوں میں سر اٹھایا، جس پر خدا نے انہیں کڑی سزائیں دیں۔

حضرت موسیٰ کا انتباہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وفات سے چند روز قبل بنی اسرائیل کو ایک وصیت کی تھی جس کا ذکر قرآن مجید میں سورہ ابراہیم کی آیت نمبر 7 میں آیا ہے۔

"اور یاد رکھو تمہارے رب نے خبردار کر دیا تھا کہ اگر شکر گزار بنو گے تو میں تم پر اور زیادہ نوازشات کروں گا، اگر ناشکری کرو گے تو میری سزا بہت سخت ہے۔"

اس وصیت کے سلسلہ میں حضرت موسیٰؑ کی تقریر بائبل کی کتاب استثنا میں بڑی تفصیل کے ساتھ نقل کی گئی ہے۔ جس میں انہوں نے بنی اسرائیل کو ان کی تاریخ کے سارے اہم واقعات یاد دلائے اور توراۃ کے وہ تمام احکامات دوہرائے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ بنی اسرائیل کو بھیجے تھے۔ اس تقریر کے بعض مقامات کمال درجہ کی موثر اور عبرت انگیز ہیں مثال کے طور پر:

"..... اور اگر تو خدا کی بات کو خلوص دل سے مان کر اس کے احکامات پر عمل کرے گا تو تیرا خدا دنیا کی سب قوموں سے زیادہ تجھ کو سرفراز کرے گا---- لیکن اگر تو ایسا نہ کرے، خدا کی بات سن کر اس اثر کے سب احکامات پر عمل نہ کرے گا تو یہ سب کی لعنتیں تجھ پر ہوں گی۔ اور تجھ کو لگیں گی۔ شہر میں بھی تو لعنتی ہو گا اور کھیت میں بھی لعنتی۔ وبا تجھ سے لپٹی رہے گی---- آسمان جو تیرے سر پر ہے پیتل کا، اور زمین جو تیرے

نیچے ہے لوہے کی ہو جائے گی۔ خدا تجھے تیرے دشمنوں کے سامنے زیر کرے گا' زبردست شکست دلائے گا۔۔۔۔

عورت سے منگنی تو تو کرے گا مگر اس سے مباشرت دوسرا کرے گا۔۔۔۔ تو گھر بنائے گا مگر اس میں بس نہ پائے گا۔۔۔۔ تو تاکستان لگائے گا لیکن اس کا پھل نہ کھا سکے گا۔ تیرا بیل تیرے سامنے ذبح کیا جائے گا۔۔۔۔ تو بھوکا پیاسا' ننگا اور سب چیزوں کا محتاج ہو کر اپنے ان دشمنوں کی خدمت کرنے پر مجبور ہو جائے گا جن کو خدا تیرے برخلاف بھیجے گا۔ اور غنیم تیری گردن پر لوہے کا جوا رکھے گا جب تک وہ تیرا ستیاناس نہ کر دے۔ خدا تجھ کو زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک تمام قوموں میں پراگندہ کرے گا۔"

حضرت یوشع کا آخری انتباہ

اہل مصر کی غلامی نے بنی اسرائیل کی ذہنیت کو جیسا بگاڑ دیا تھا' اس کا اندازہ اس بات سے بہ آسانی کیا جا سکتا ہے کہ مصر سے نکل آنے کے 70 برس کے بعد (جبکہ بنی اسرائیل نے بت پرستی شروع کر دی تھی حضرت موسیٰ کے خلیفہ اول حضرت یوشع بن نون نے ایک مجمع عام میں بنی اسرائیل سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"تم خدا کا خوف رکھو اور نیک نیتی اور صداقت کے ساتھ اس کی پرستش کرو اور ان دیوتاؤں سے دور ہٹو جن کی پرستش تمہارے باپ دادا دریا کے پار مصر میں کرتے رہتے تھے اور صرف خدا کی پرستش کرو۔ اگر اس کی پرستش تمہیں بری معلوم ہوتی ہے تو آج ہی تم اسے جس کی پرستش کرو گے' چن لو۔۔۔۔ اب رہی میری اور میرے گھرانے کی بات سو ہم تو خداوند ہی کی پرستش کرتے رہیں گے۔"

www.ahnafmedia.com

اس تقریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ 40 سال تک حضرت موسیٰؑ اور 28 سال تک حضرت یوشع کی تربیت و رہنمائی میں زندگی بسر کر لینے کے بعد بھی یہ قوم اپنے اندر سے ان اثرات کو نہ نکال سکی جو فراعنہ مصر کی بندگی اور غلامی کے دور میں اس کی رگ رگ کے اندر اتر گئے تھے۔

فتح فلسطین کے بعد

حضرت موسیٰؑ کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل فلسطین میں داخل ہوئے تو یہاں متعدد مشرک قومیں آباد تھیں۔ حتی، اموری، کنعانی، فرزی، حوی، یبوسی، فلستی وغیرہ۔ ان میں بدترین قسم کا شرک پایا جاتا تھا ساری خدائی بہت سے معبودوں میں بٹ کر رہ گئی تھی۔ ان دیوتاؤں اور دیویوں کی طرف ایسے ایسے ذلیل اوصاف اور اعمال منسوب تھے کہ اخلاقی لحاظ سے انتہائی بدکردار انسان بھی ان کے ساتھ مشتہر ہونا پسند نہ کرے۔ ان کے ہاں بچوں کی قربانی کرنے کا عام رواج تھا۔ ان کی عبادت گاہیں فحش اور زنا کاری کے اڈے بنے ہوئے تھے۔ عورتوں کو دیو داسیاں بنا کر عبادت گاہوں میں رکھنا اور ان سے بدکاریاں کرنا عبادت میں شامل تھا۔

تورات میں حضرت موسیٰؑ کے ذریعہ ان قوموں کے سلسلہ میں جو ہدایات بنی اسرائیل کو دی گئی تھیں ان میں صاف صاف کہہ دیا گیا تھا کہ یہ قومیں چونکہ ناقابل اصلاح ہو چکی ہیں اس لئے تم ان کو ہلاک کر کے ان کے قبضہ سے فلسطین کی سرزمین چھین لینا اور ان کے ساتھ رہنے بسنے اور ان کی اخلاقی و اعتقادی خرابیوں میں مبتلا ہونے سے پرہیز کرنا۔ لیکن بنی اسرائیل نے فلسطین میں داخل ہونے کے بعد ان ہدایات کو پس پشت ڈال دیا۔ انہوں نے اپنی کوئی متحدہ سلطنت قائم نہ کی۔ اپنی اپنی قبائلی عصبیت کے باعث ہر قبیلے نے اس بات کو پسند کیا کہ مفتوحہ علاقوں کا ایک ایک حصہ لے کر الگ ہو جائے۔ اس طرح فلسطین کا مختصر سا علاقہ بنی اسرائیل کے جن بارہ قبائل میں تقسیم ہو گیا وہ یہ تھے: (i) بنی یہوداہ، (ii) بنی شمعون (iii) بنی دانی (iv) بنی بنیمین (v) بنی افرائیم (vi) بنی روبن (vii) بنی جد (viii) بنی منسی (ix) بنی اشکار (x)

www.ahnafmedia.com

بنی زبولون (xi) بنی نفتالی اور (xii) بنی آشر۔

اس تفرقے اور باہمی انتشار کی وجہ سے ان کا کوئی قبیلہ بھی اتنا طاقتور نہ ہو سکا اپنے علاقے کو مشرکین (Pagans) سے پاک کر دیتا۔ آخرکار انہیں یہ گوارا کرنا پڑا مشرکین ان کے ساتھ رہیں اور ان میں رچ بس جائیں۔ اس کا پہلا خمیازہ بنی اسرائیل کو یہ بھگتنا پڑا کہ ان قوموں کو اندر کے تمام اخلاقی مفاسد' فحاشی و عیاشی کے طور طریقے اور شرک و بدعت کی رسمیں ان کے اندر گھس آئیں۔ دوسرا خمیازہ انہیں یہ بھگتنا پڑا کہ جن قوموں کی شہری ریاستیں انہوں نے چھوڑ دی تھیں انہوں نے فلستیوں نے جن کا علاقہ غیر مغلوب رہ گیا تھا مل کر بنی اسرائیل کے خلاف ایک متحدہ محاذ قائم کر لیا اور پے در پے حملے کر کے فلسطین کے بڑے حصے سے ان کو بے دخل کر دیا۔ حتیٰ کہ ان سے خداوند کے عہد کا صندوق (تابوت سکینہ) تک چھین لیا۔ آخرکار بنی اسرائیل کو حضرت موسیٰ کی ہدایت یاد آ ہی گئی اور انہیں ایک فرمان روا کے تحت اپنی متحدہ سلطنت قائم کرنے کی ضرورت شدت سے محسوس ہوئی۔ اس متحدہ سلطنت کے تین فرمان روا ہوئے۔ حضرت طالوت' حضرت داؤدؑ اور حضرت سلیمانؑ۔ ان تین فرمان رواؤں نے اس کام کو مکمل کیا جسے بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کے بعد ناتمام چھوڑ دیا تھا۔

بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ طالوت کے عہد تک صیدا' صور' دور' مجدہ' بیت شان' جزر' اور یروشلم (موجودہ بیت المقدس) مسلسل مشرکوں کے قبضے میں رہے۔ اور ان شہروں کی مشرکانہ تہذیب کا بنی اسرائیل پر گہرا اثر پڑتا رہا۔ مزید برآں اسرائیلی قبائل کی سرحدوں پر فلستیوں' ادومیوں' موآبیوں اور عمونیوں کی طاقتور ریاستیں بھی بدستور قائم رہیں اور انہوں نے بعد میں پے در پے حملے کر کے بہت سا علاقہ اسرائیلیوں سے چھین لیا۔ حتیٰ کہ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ فلسطین سے بنی اسرائیل کو کان سے پکڑ کر نکال دیئے جانے کی نوبت آ گئی۔ اگر عین وقت پر اللہ تعالیٰ طالوت کی قیادت میں اسرائیلیوں کو جمع نہ کر دیتا تو وہ ایک بار پھر دنیا کی ذلیل ترین اور پست ترین قوم بن کر رہ جاتے۔

www.alhrafmedia.com

اسرائیل کا پہلا بڑا دور فساد

حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل پر زر پرستی کا پھر شدید غلبہ ہوا اور انہوں نے زیادہ سے زیادہ دولت اور علاقے ہتھیانے کے لئے آپس میں لڑ لڑ کر اپنی دو الگ سلطنتیں قائم کر لیں۔ شمالی فلسطین اور شرق اردن میں "سلطنت اسرائیل" اور جنوبی فلسطین اور ادوم کے علاقے میں "سلطنت یہود" قائم کر دی گئیں، اول الذکر کا دارالحکومت "سامریہ" قرار پایا اور مؤخرالذکر ریاست کا پایہ تخت "یروشلم" بنا۔ ان دونوں سلطنتوں میں شدید رقابت اور خونی کشمکش شروع ہو گئی جو روز اول سے آخر تک جاری رہی۔

"اسرائیلی ریاست" کے فرماں روا اور باشندے ہمسایہ قوموں کے مشرکانہ عقائد اور اخلاقی فساد سے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ متاثر ہوئے۔ حضرت الیاسؑ اور حضرت الیسع نے فحاشی اور بدمعاشی کے اس سیلاب کو روکنے کی انتہائی کوشش کی مگر یہ قوم جس تنزل کی طرف بڑھ رہی تھی اس سے باز نہ آئی۔ آخرکار اللہ تعالیٰ کے غضب سے انہیں آشوریوں (Assyrians) کی صورت میں اپنی گرفت میں لیا۔ نویں صدی قبل مسیح سے فلسطین آشوری فاتحین کے پے در پے حملوں کا نشانہ بنتا رہا۔ بالآخر 720 قبل مسیح میں آشور کے سخت گیر فرمانروا سارگون نے سامریہ کو فتح کر کے "سلطنت اسرائیل" کا خاتمہ کر دیا۔ اسی طرح "سلطنت یہود" بھی آشوریوں کے مسلسل حملوں کی زد میں آنا شروع ہو گئی۔ اس کے کئی شہر تباہ کر دیئے گئے حملہ آوروں نے اسے مکمل طور پر تہس نہس تو نہ کیا لیکن باجگزار بننے پر مجبور کر دیا۔

آخرکار 587 قبل مسیح میں بابل (Babylonia) کے بادشاہ بخت نصر نے ایک سخت حملہ کر کے سلطنت یہودیہ کے تمام بڑے چھوٹے شہروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی یروشلم اور ہیکل سلیمانی کو اس طرح پیوند خاک کیا کہ اس کی ایک دیوار بھی اپنی جگہ پر کھڑی نہ رہ سکی۔ یہودیوں کی بہت بڑی تعداد کو ان کے علاقے سے نکال کر ملک ملک میں تتر بتر کر دیا۔

www.ahnafmedia.com

خدا کی طرف سے آخری موقع

سلطنت اسرائیل اور سلطنت یہود' آشوریوں کی فتح اور بخت نصر کے زور دار حملے کے بعد نابود تو ہو گئیں اور انہیں قائم کرنے والے بھی اپنی شامت اعمال کی وجہ سے صفحہ ہستی سے مٹ گئے۔ مگر یہودیہ کے عام باشندوں میں سے باقی بچ جانے والوں میں کچھ لوگ خیر پر قائم اور خیر کی دعوت دینے والے موجود تھے' جنہوں نے لوگوں میں اصلاح کا کام جاری رکھا اور انہیں توبہ و انابت کی ترغیب دی جو دوسرے علاقوں میں جلاوطن کر دیئے گئے تھے۔ آخرکار رحمت الٰہی ان کی مددگار بنی۔ بابل کی سلطنت کو زوال ہوا۔ 539 قبل مسیح میں ایرانی فاتح سائرس (خورس یا خسرو) نے بابل کو فتح کیا اور اس کے دوسرے ہی سال اس نے فرمان جاری کر کے بنی اسرائیل کو اپنے وطن واپس جانے اور وہاں دوبارہ آباد ہونے کی اجازت دے دی۔ ساتھ ہی انہیں ہیکل سلیمانی کی دوبارہ تعمیر کی اجازت بھی مل گئی۔

یہودی واپس آ تو گئے مگر ایک عرصہ تک یہاں مسلسل آباد ہونے والی ہمسایہ قوموں نے ان کے خلاف مزاحمت شروع کر دی۔ آخر دارایوس یا دارا اول (Darius-I) 522 قبل مسیح میں "یہود" کے آخری بادشاہ کے پوتے "زر و بابل" کو "یہودیہ" کا گورنر مقرر کیا جس نے حجی نبی' زکریاہ نبی اور سردار کاہن کی زیر نگرانی ہیکل مقدس کی نئے سرے سے تعمیر کرا دی۔

اس زمانے میں حضرت عزیز نے دین موسیٰ کی تجدید کا بہت بڑا کام انجام دیا۔ انہوں نے یہودی قوم کے تمام اہل خیر و صلاح لوگوں کو ہر طرف سے جمع کر کے ایک مضبوط نظام قائم کیا۔ بائبل کی کتب مقدسہ کو جن میں توراۃ تھی مرتب کر کے شائع کیا۔ یہودیوں کی دینی تعلیم کا انتظام کیا۔ قوانین شریعت کو نافذ کر کے ان کی اعتقادی اور اخلاقی برائیوں کو دور کرنا شروع کیا جو غیر قوموں سے میل جول کے اثر سے گھس آئی تھیں۔ ان مشرک عورتوں کو طلاق دلوائی جن سے یہودیوں نے بیاہ کر رکھے تھے۔ اور بنی اسرائیل سے ازسرنو خدا کی بندگی اور اس کے آئین کی پابندی کرنے کا میثاق

www.ahnafmedia.com

لیا۔ یوں ڈیڑھ سو سال بعد بیت المقدس نئے سرے سے آباد ہوا اور یہودی مذہب اور تہذیب کا مرکز بن گیا۔

یونانی تسلط اور مکابی تحریک

شام کی سلوقی (Seleucid) سلطنت کے فرماں روا ایٹیوکس ثالث (Antiochus III) نے 98 قبل مسیح میں فلسطین پر حملہ کر دیا اور خون ریز جھڑپوں کے بعد اس پر قبضہ کر لیا۔ یہ یونانی فاتح جو مذہباً" مشرک اور اخلاقاً" بے راہ رو تھے۔ یہودی مذہب و تہذیب سے سخت نفرت رکھتے تھے۔ انہوں نے اس کے مقابلے میں سیاسی اور معاشی دباؤ کے تحت یونانی تہذیب و تمدن کو فروغ دینا شروع کر دیا' جس سے یہودیوں میں سے ایک اچھا خاصا طبقہ ان کا آلہ کار بن گیا۔ اس خارجی مداخلت نے یہودی قوم میں تفرقہ ڈال دیا۔ ایک گروہ نے یونانی لباس' یونانی زبان' یونانی طرز معاشرت اور یونانی کھیلوں کو اپنا لیا' جبکہ دوسرا گروہ اپنی تہذیب پر سختی سے قائم رہا۔

اینٹیوکس ثالث کے جانشین' اینٹیوکس چہارم نے جو "ایپی فینیز (Epihanes) ۔یعنی مظہر نور خدا کہلاتا تھا تخت نشین ہوا تو اس نے پوری جابرانہ قوت سے یہودی مذہب و تہذیب کی بیخ کنی شروع کر دی لیکن یہودی اس سے مغلوب نہ ہوئے اور ان کے اندر شدید رد عمل پیدا ہو گیا اس کے نتیجے میں ایک زبردست تحریک اٹھی جو تاریخ میں مکابی بغاوت (Maccabean Revolt : 164-175 B.C.) کے نام سے مشہور ہوئی۔ اگرچہ اس کشمکش میں یونانیت زدہ یہودیوں کی ساری ہمدردیاں (غیر ملکی) یونانیوں کے ساتھ تھیں اور انہوں نے عملاً مکابی بغاوت کو کچلنے میں انطاکیہ والوں کا پورا پورا ساتھ دیا لیکن عام یہودیوں میں حضرت عزیر کی تعلیمات کا اتنا زبردست اثر تھا کہ وہ سب مکابیوں کے ساتھ ہو گئے اور آخرکار انہوں نے یونانیوں کو نکال کر اپنی آزاد دینی ریاست قائم کر لی۔ جو 67 قبل مسیح تک قائم رہی۔ اس ریاست کی حدود پھیلتے پھیلتے اس پورے رقبے پر حاوی ہو گئیں جو کبھی "یہودیہ" اور "اسرائیل" کی دونوں سلطنتوں کے زیر نگیں تھا۔ بلکہ فلسطیہ کا بھی ایک بڑا حصہ اس

www.ahnafmedia.com

کے قبضے میں آگیا جو حضرت سلیمان اور داؤد علیہم السلام کے زمانے میں بھی مسخر نہ ہو سکا تھا۔

آخری موقع بھی کھو گیا

یہ صورت حال زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکی۔ مکابیوں کی تحریک جس اخلاقی اور دینی روح کے ساتھ اٹھی تھی رفتہ رفتہ فنا ہوتی چلی گئی اور اس کی جگہ خالص دنیا پرستی، خواہشات نفسانی اور بے روح ظاہر داری نے لے لی۔ آخرکار ان کے درمیان پھوٹ پڑ گئی اور انہوں نے رومن فاتح، جنرل پومپی (Pompey) کو فلسطین پر حملے کی دعوت دے دی چنانچہ اس نے 63 قبل مسیح میں بیت المقدس پر قبضہ کر کے یہودیوں کی آزادی کا خاتمہ کر دیا۔ لیکن رومن فاتحین کی مستقل پالیسی تھی کہ وہ مفتوح علاقوں پر براہ راست اپنا نظم و نسق قائم کرنے کی بجائے مقامی حکمرانوں کے ذریعہ کام کرتے تھے، اس لئے انہوں نے ایک ایسی دیسی ریاست قائم کر دی جو بالآخر ایک ہوشیار یہودی ہیرود اعظم (Herod, The Great) کے قبضے میں آئی۔ اس نے ایک طرف تو مذہبی پیشواؤں کی مالی سرپرستی کر کے یہودیوں کو خوش رکھا اور دوسری جانب رومن تہذیب و ثقافت کو فروغ دے کر بیرونی آقاؤں کی زیادہ سے زیادہ وفاداری کا مظاہرہ کیا اور قیصر (Caesar) کی خوشنودی حاصل کی۔ اس زمانے میں یہودیوں کی دینی اور اخلاقی حالت گرتے گرتے زوال کی آخری حد کو پہنچ چکی تھی۔ سنہ 41 قبل مسیح میں رومنوں نے ہیرود اعظم کے پوتے ہیرود اگرپا (Herod Agrippa) کو ان تمام علاقوں کا فرمانروا بنا دیا جن پر ہیرود اعظم اپنے زمانے میں حکمران تھا۔ اس شخص نے اقتدار میں آنے کے بعد مسیح علیہ السلام کے پیروؤں پر مظالم کی انتہا کر دی۔ اس زمانے میں عام یہودیوں اور ان کے مذہبی پیشواؤں کی جو حالت تھی اس کا صحیح اندازہ کرنے کے لئے ان تنقیدوں کا مطالعہ کیا جانا چاہئے جو حضرت عیسیٰؑ نے اپنے خطبوں میں ان پر کی ہے۔

اس قوم کے سامنے حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسے پاکیزہ انسان کا سر قلم کیا گیا مگر ایک آواز بھی اس ظلم عظیم کے خلاف نہ اٹھی۔ اور پوری قوم کے مذہبی پیشواؤں نے

عیسیٰ علیہ السلام کے لئے سزائے موت کا مطالبہ کیا---- اور حد یہ ہے کہ جب پونٹس پیلاطس نے ان شانت زدہ لوگوں سے پوچھا کہ---- بتاؤ یسوع کو چھوڑ دوں یا برابا ڈاکو کو' تو پورے مجمع نے بیک آواز کہا کہ برابا کو چھوڑ دو- یہ گویا آخری حجت تھی جو اس قوم پر قائم کی گئی-

بعدازاں زیادہ زمانہ نہیں گزرا کہ یہودیوں اور رومنوں کے درمیان سخت کشیدگی پیدا ہو گئی- 64ء اور 66ء کے درمیان یہودیوں نے رومنوں کے خلاف کھلم کھلا اعلان بغاوت کر دیا- رومی سلطنت نے ایک سخت کاروائی کر کے اس بغاوت کو کچل دیا اور 70ء میں ٹیٹینس نے بزور شمشیر یروشلم کو فتح کر لیا- اس موقع پر ہونے والے قتل عام میں ایک لاکھ 33 افراد مارے گئے- 67 ہزار آدمیوں کو گرفتار کر کے غلام بنا لیا گیا- ہزارہا آدمی پکڑ پکڑ کر مصری کانوں میں بیگار کے لئے بھیج دیئے گئے- ہزاروں آدمیوں کو پکڑ کر ایمفی تھیٹروں اور کلوسیموں میں جنگلی درندوں سے بھڑوانے اور شمشیر زنی کے کھیل کا تختہ مشق بننے کے لئے چن لیا گیا- تمام دراز قامت اور حسین لڑکیاں فاتح فوج کے افسروں کے لئے منتخب کر لی گئیں اور یروشلم کے شہر اور ہیکل کو پیوند خاک کر دیا گیا- اس کے بعد فلسطین سے یہودی اثر ایسا مٹا کہ دو ہزار برس تک اس کو پھر سر اٹھانے کا موقع نہ ملا-

تورات میں تحریف

حضرت موسیٰؑ کی جو آخری تقریر کتاب استثناء میں نقل کی گئی ہے اس میں وہ اپنی قوم سے بار بار یہ وعدہ لیتے رہے کہ "میں نے جو احکامات تم تک پہنچائے ہیں اپنے دل پر نقش کرنا' اپنی آئندہ نسل کو سکھانا' گھر بیٹھے راہ چلتے' اٹھتے لیٹتے ہر وقت ان کا ذکر کرتے رہنا اور اپنے گھر کی چوکھٹوں پر بھی ان کو لکھ دینا تاکہ ہر کسی کی ان پر نظر پڑتی رہے-" پھر اپنی آخری وصیت میں انہوں نے یہ تاکید بھی کی کہ "کوہ عیبال پر بڑے بڑے پتھر نصب کر کے تورات کے احکام ان پر کندہ کر دینا- ہر ساتویں برس عید خیام

کے موقع پر قوم کے مردوں، عورتوں اور بچوں کو جگہ جگہ جمع کر کے یہ پوری کتاب لفظ بہ لفظ ان کو سناتے رہنا"۔

حضرت موسیٰؑ کی اتنی پرزور تاکید کے باوجود بنی اسرائیل خدا کی کتاب سے غافل ہوتے چلے گئے۔ ان کی غفلت یہاں تک بڑھی کہ حضرت موسیٰ کے سات سو برس بعد ہیکل سلیمانی کے سجادہ نشین اور یروشلم کے یہودی فرمان روا تک کو یہ معلوم نہ تھا کہ ان کے ہاں تورات نامی کوئی کتاب موجود ہے۔ علمائے یہود کا سب سے بڑا قصور یہ تھا کہ انہوں نے کتاب اللہ کے علم کی اشاعت کرنے کی بجائے اس کو ربیوں اور مذہبی پیشہ وروں کے ایک محدود طبقے میں مقید کر دیا تھا۔ خلائق عامہ تو در کنار خود یہودی عوام تک کو اس کی ہوا نہ لگنے دیتے تھے۔ پھر جب عام جہالت کی وجہ سے ان کے اندر گمراہیاں پھیلیں تو علماء نے نہ صرف یہ کہ ان کی اصلاح کی کوشش نہ کی بلکہ وہ عوام میں اپنی مقبولیت برقرار رکھنے کے لئے ہر اس گمراہی اور بدعت کو جس کا رواج عام ہو جاتا اسے اپنے قول و عمل سے سند جواز عطا کرنے لگے۔ قرآن کے الفاظ میں علمائے یہود کا حال یہ تھا۔۔۔۔ "اکثر علماء اور درویشوں کا حال یہ ہے کہ وہ لوگوں کے مال باطل طریقوں سے کھاتے ہیں اور انہیں اللہ کی راہ پر چلنے سے روکتے ہیں" (سورہ توبہ آیت 34) ان لوگوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ کلام الٰہی کو اپنی خواہشات کے مطابق بدلا بلکہ یہ بھی کیا کہ بائبل میں اپنی تفسیروں کو اپنی قومی تاریخ کو اپنے اوہام اور قیاسات کو اپنے خیالی فلسفوں کو اور اپنے اجتہاد سے وضع کئے ہوئے قوانین کو کلام الٰہی کے ساتھ خلط ملط کر دیا۔ اور یہ ساری چیزیں لوگوں کے سامنے اس حیثیت سے پیش کیں کہ گویا یہ سب اللہ ہی کی طرف سے آئی ہوئی ہیں۔ ہر تاریخی فلسفہ، ہر مفسر کی تاویل، ہر متکلم کا الہیاتی عقیدہ اور ہر فقیہ کا قانونی اجتہاد مجموعہ کتب مقدسہ (بائبل) میں جگہ پا گیا گویا یہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ اس پر ایمان لانا فرض ہے، اس سے انحراف دین سے انحراف قرار دیا جانے لگا۔

یہ بات تحقیق سے سامنے آ چکی ہے کہ "عہد عتیق" (Old Testament) کی پانچ

کتابیں اصل تورات نہیں ہیں بلکہ اصل تورات دنیا سے ناپید ہو چکی ہے۔ اس نظریہ کی تائید خود "عہد عتیق" سے ہوتی ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی زندگی کے آخری زمانہ میں حضرت یوشع کی مدد سے تورات کو مرتب کر کے ایک صندوق میں رکھوا دیا تھا (حوالہ کے لئے ملاحظہ ہو' استثناء 31 : 24-27)۔ ان کے انتقال کے بعد 6 ویں صدی قبل مسیح میں جب بخت نصر نے بیت المقدس کو آگ لگا دی تو وہ مقدس صندوق اور تمام کتابوں سمیت جل گیا جو حضرت موسیٰؑ کے بعد شریعت موسویہ کے مجددین نے مرتب کی تھیں۔

اس تباہی کے دو ڈھائی سو برس بعد حضرت عزیر نے خود بائبل کی روایت کے مطابق بنی اسرائیل کے کاہنوں اور لاویوں کے ساتھ مل کر آسمانی الہام سے اس کتاب کو از سرنو مرتب کیا۔ مگر حوادث زمانہ نے اس نئے نسخے کو بھی اپنی اصلی صورت میں نہ رہنے دیا۔ سکندر اعظم کی عالمگیر فتوحات کا سیلاب جب یونانی حکومت کے ساتھ علوم و آداب کو ساتھ لے کر شرق اوسط پر پھیل گیا تو 280 قبل مسیح میں توراۃ کی تمام کتابیں یونانی زبان میں منتقل کر دی گئیں اور رفتہ رفتہ اصل عبرانی نسخہ متروک ہو گیا اور اس کی جگہ یونانی ترجمہ رائج ہو گیا۔ پس آج جو توراۃ ہمارے سامنے ہے اس کی سند کسی طرح حضرت موسیٰؑ تک نہیں پہنچتی۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ موجودہ توراۃ میں اصل توراۃ کا کوئی جزو بھی شامل نہیں یا یہ سراسر جعلی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس توراۃ میں اصل توراۃ کے ساتھ بہت سی دوسری چیزیں مکس اپ ہو گئی ہیں اور بعید نہیں کہ بعض چیزیں اس میں غائب بھی ہو گئی ہوں۔ آج جو شخص بھی محققانہ نگاہ سے اس کتاب کو پڑھتا ہے وہ یہ محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ اس میں خدا کے کلام کے ساتھ یہودی علماء کی تفسیریں' بنی اسرائیل کی قومی تاریخ' اسرائیلی فقہا کے قانونی اجتہادات اور دوسری بہت سی چیزیں خلط ملط ہو چکی ہیں جنہیں الگ کر کے کلام الٰہی کو چھانٹ نکالنا بے حد مشکل کام ہے۔

تورات کے جو احکامات حضرت موسیٰؑ پر چالیس سال میں نازل ہوئے ان میں سے

دس (Ten Commandments) تو وہ تھے جو اللہ تعالیٰ نے پتھر کی لوحوں پر کندہ کر کے انہیں دیئے تھے۔ باقی ماندہ احکام حضرت موسیٰ نے لکھوا کر ان کی بارہ نقول بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں کو دے دی تھیں۔ اور ایک نقل بنی لاوی کے حوالہ کی تھی تاکہ وہ اس کی حفاظت کریں۔ اسی کتاب کا نام تورات تھا۔ یہ ایک مستقل کتاب کی حیثیت سے بیت المقدس کی پہلی تباہی کے وقت تک محفوظ تھی۔ اس کی ایک نقل جو بنی لاوی کے حوالے کی گئی تھی، پتھر کی لوحوں سمیت 'عہد' کے صندوق میں رکھ دی گئی تھی۔ اور بنی اسرائیل اسی کو توریت کے نام سے جانتے تھے۔ اس سے ان کی غفلت اس حد کو پہنچ چکی تھی کہ یہودیہ کے بادشاہ 'یوسیاہ' کے عہد میں جب ہیکل سلیمانی کی مرمت ہوئی تو اتفاق سے اس کے سجادہ نشین اور قوم کے سب سے بڑے مذہبی پیشوا (سردار کاہن) کو ایک جگہ توریت رکھی ہوئی مل گئی اور اس نے اسے ایک عجوبہ کی طرح شاہی منشی کے سامنے پیش کیا جس نے اسے فوراً لے جا کر بادشاہ کے حضور اس طرح رکھ دیا جیسے ایک عجیب انکشاف ہو گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب بخت نصر نے تورات کے وہ اصل نسخے جو ان کے ہاں طاق نسیاں میں رکھے ہوئے تھے اور بہت تھوڑی مقدار میں تھے ہمیشہ کے لئے غائب کر دیئے۔ پھر جب حضرت عزیر (عزرا کاہن) کے زمانے میں بنی اسرائیل کے بچے کھچے لوگ بابل کی اسیری سے واپس یروشلم آئے اور دوبارہ بیت المقدس تعمیر ہوا تو عزرا نے اپنی قوم کے چند دوسرے بزرگوں کی مدد سے بنی اسرائیل کی پوری تاریخ مرتب کی جو اب بائبل کی پہلی 17 کتابوں پر مشتمل ہے۔ اس تاریخ کے چار ابواب یعنی خروج (Exodus)، احبار (Priestly Code)، گنتی (Numbers) اور استثناء (Dentronomic Code)، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سیرت پر مشتمل ہیں اس سیرت ہی میں تاریخ نزول کی ترتیب کے مطابق تورات کی وہ آیات بھی حسب موقع درج کر دی گئی ہیں جو عزرا اور ان کے مددگار بزرگوں کو دستیاب ہو سکیں۔

پس تورات ان منتشر اجزا ہی کا نام ہے جو سیرت موسیٰؑ کے اندر بکھرے ہوئے

ہیں۔ اب انہیں صرف اس علامت سے پہچانا جا سکتا ہے کہ اس تاریخی بیان کے دوران جہاں کہیں سیرت موسیٰؑ کا مصنف کہتا ہے "خدا نے موسیٰ سے فرمایا" "یاموسیٰ نے کہا خداوند تمہارا خدا یہ کہتا ہے" وہاں سے تورات کا ایک جزو شروع ہوتا ہے اور جہاں پھر سیرت کی تقریر شروع ہوتی ہے وہاں وہ جزو ختم ہو جاتا ہے۔ بیچ میں جہاں کہیں کوئی چیز بائبل کے مصنف نے بطور تفسیر و تشریح بڑھا دی ہے وہاں ایک عام آدمی کے لئے یہ تمیز کرنا سخت مشکل ہے کہ آیا یہ اصل تورات کا حصہ ہے یا شرح و تفسیر ہے۔ یہی تحریف شدہ تورات یہودیت کا ماخذ (Source) بنی ہے۔ مگر عبرت ناک امر یہ ہے کہ جس شکل میں یہودی تورات کو مانتے تھے اس شکل میں بھی وہ نہ تو اس اقامت کے لئے کوشاں تھے اور نہ دیانت داری سے اس میں درج شدہ احکامات ہی کی تبلیغ و تعمیل کرتے تھے۔ اسی لئے قرآن کریم نے اعتراض کیا تھا---- لستم علیٰ شئی حتیٰ تقیموا التوراۃ۔

www.ahnafmedia.com

www.ahnafmedia.com

تیسرا باب

یہودیوں کا حضرت عیسیٰؑ سے سلوک

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کئی معجزات لے کر دنیا میں تشریف لائے۔ پہلا معجزہ ان کی ولادت اور دوسرا گہوارے میں کلام کرنا تھا۔ یہ معجزات بنی اسرائیل کے خدا پر ایمان کے لئے سخت آزمائش تھے۔ ان کے بغیر باپ کے پیدا ہونے کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ المومنون کی آیت نمبر 50 میں آیا ہے۔

"اور ابن مریم اور اس کی ماں کو ہم نے ایک نشان بنایا' اور ان کو ایک سطح مرتفع پر رکھا جو اطمینان کی جگہ تھی اور اس میں چشمے جاری تھے۔"

اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ابن مریم اور اس کی ماں کو دو نشانیاں بنایا' بلکہ یہ فرمایا ہے کہ دونوں مل کر ایک نشانی بنائے گئے۔ اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ بغیر باپ کے ابن مریم کا پیدا ہونا اور مرد کی صحبت کے بغیر حضرت مریمؑ کا حاملہ ہونا ہی وہ چیز ہے جو دونوں کو **ایک** نشانی بناتی ہے۔

پھر جب وہ نوزائیدہ **بچے** کو لئے ہوئے قوم کے پاس آئیں تو اپنے پرائے سب کے لئے شدید حیرت و استعجاب کا معاملہ تھا۔ انہیں سوالات کی ایک بوچھاڑ سے سابقہ پڑا' انہیں یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے جس خطرناک آزمائش میں انہیں ڈالا ہے اس سے کس طرح بخیریت عہدہ برآ ہوں۔ حمل کو تو اب تک انہوں نے کسی نہ کسی طرح چھپا لیا' اب اس بچے کو کہاں لے جائیں۔ اس کیفیت کو قرآن مجید کی سورہ مریم کی آیت 28 میں یوں بیان کیا گیا ہے:

"پس جب وہ بچے کو گود میں لئے ہوئے قوم کے پاس آئیں تو

لوگوں نے پوچھا "اے مریم یہ چیز کہاں سے لے آئی؟ اے ہارون کی بہن، نہ تو تیرا باپ کوئی برا آدمی تھا اور نہ تیری ماں کوئی بدکارہ عورت تھی۔"

اس پر حضرت مریمؑ نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے کہا، ہم اس سے کیا بات کریں جو گہوارے میں پڑا ہوا ہے ایک بچہ ہے" اس پر وہ بچہ بول اٹھا:

"میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا اور بابرکت بنایا جہاں بھی میں رہوں، اور نماز اور زکواۃ کی پابندی کا حکم دیا جب تک زندہ رہوں۔ اور اپنی والدہ کا حق ادا کرنے والا بنایا اور مجھ کو جبار اور شقی نہیں بنایا سلام ہے مجھ پر جبکہ میں پیدا ہوا اور جبکہ میں مروں اور جبکہ زندہ کر کے اٹھایا جاؤں۔" (سورہ مریم آیات 30، 31، 32، 33)

یہ ہے وہ معجزات جو شروع ہی میں حضرت عیسیٰؑ کی ذات میں بنی اسرائیل کے سامنے پیش کر دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو ان کی مسلسل بدکرداریوں پر عبرتناک سزا دینے سے پہلے ان پر حجت تمام کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لئے اس نے یہ تدبیر فرمائی کہ بنی ہارون کی ایک ایسی عابدہ اور زاہدہ لڑکی کو جو بیت المقدس میں معتکف اور حضرت زکریاؑ کے زیر تربیت تھی، دوشیزگی کی حالت میں حاملہ کر دیا تاکہ وہ بچہ لئے ہوئے آئے تو ساری قوم میں ہیجان برپا ہو جائے اور لوگوں کی توجہات یکلخت اس پر مرکوز ہو جائیں۔ پھر اس تدبیر کے نتیجے میں جب ایک ہجوم حضرت مریم پر ٹوٹ پڑا تو اللہ تعالیٰ نے اس نوزائیدہ بچے سے کلام کرا دیا تاکہ جب یہی بچہ بڑا ہو کر نبوت کے منصب پر فائز ہو تو قوم میں ہزاروں آدمی اس امر کی شہادت دینے والے موجود ہوں کہ اس کی شخصیت میں وہ اللہ تعالیٰ کا ایک حیرت انگیز معجزہ دیکھ چکے ہیں۔ اس پر بھی جب یہ قوم اس کی نبوت کا انکار کرے اور اس کی پیروی کرنے کی بجائے اسے مجرم بنا کر صلیب پر چڑھانے کی کوشش کرے تو پھر اس کو ایسی عبرت ناک سزا دی جائے جو دنیا کی کسی قوم کو نہیں دی گئی۔

www.ahnafmedia.com

مزید معجزات

سورۃ آل عمران کی 49 ویں آیت میں حضرت عیسیٰؑ کے دیگر معجزات کا یوں ذکر کیا گیا ہے:

"اور جب وہ بحیثیت رسول' بنی اسرائیل کے پاس آیا تو (اس نے کہا) میں تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نشانی لے کر آیا ہوں۔ میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندے کی صورت کا ایک مجسمہ بناتا ہوں اور اس میں پھونک مارتا ہوں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ میں اللہ کے حکم سے مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں ذخیرہ کر کے رکھتے ہو۔ اس میں تمہارے لئے کافی نشانی ہے اگر تم ایمان لانے والے ہو۔"

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ اس زمانے میں یہود کسی ایسے مسیح کی آمد کے منتظر تھے جو انہیں محکومی کی ذلت اور زوال سلطنت کے عذاب سے نجات دلا سکے۔ شیاطین و دشمنان دین کا قلع قمع کر کے بیت المقدس کو از سرنو آباد کر سکے۔ اور دنیا میں بادشاہت کی بنیاد رکھ سکے۔ اس عرصہ میں ایران سے میل جول بڑھنے کی وجہ سے ان کے عقائد میں جہاں بعض دوسری بہت سی بنیادی تبدیلیاں رونما ہوئیں وہاں سے انہیں یہ تاثر بھی ملا کہ نیکیوں کے خالق "یزدان" اور برائیوں کے خالق "اہرمن" کے مابین ازلی آویزش میں آخری فتح یزداں ہی کی ہو گی اور وہ اپنی فتح کا اعلان کرنے کے لئے ایک نمائندہ بھیجے گا جس کے ظہور کے وقت آسمان سے تارے گریں گے قحط اور دوسری مصیبتیں نازل ہوں گی اور آخر یہ ساری دنیا ختم ہو جائے گی۔ اس ایرانی عقیدے کے زیر اثر یہودیوں کو بھی اپنی تمنائیں پوری ہوتی ہوئی دکھائی دیں۔ ان کے نبیوں نے انہیں بشارت دی کہ "یہوا (خدا) ایک مسیحا نازل فرمائے گا' دنیا کی بادشاہت

www.ahnafmedia.com

اسی کی ہو گی۔ اس کے آنے سے حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت بحال ہو جائے گی۔ اور یروشلم خدا کا دارالحکومت بن جائے گا۔" (یرمیاہ۔ باب 12، آیت 5)

اس پیشگوئی کے باعث علم نجوم میں یہودیوں کی دلچسپی دوچند ہو گئی اور واقعہ یہ ہے کہ یہود آج بھی ایسے ہی کسی مسیح کی آمد کے منتظر ہیں۔ انہیں یقین تھا کہ مسیح حضرت داؤدؑ کے گھرانے میں پیدا ہو گا۔ انہیں یونانیوں کے پنجہ ستم سے رہائی دلائے گا۔ مردہ یہودیوں کو زندہ کرے گا اور انہیں شریک سلطنت بنائے گا اس کی عظیم بادشاہت کے ڈنکے چہار سو بجیں گے۔ (اس کتاب کے آخری حصے میں دیئے گئے "پروٹوکولز" میں اس سلطنت کے لئے یہودیوں کی منصوبہ بندی اور اس "خواب کی تعبیر" کی مکمل تفصیلات دی جا رہی ہیں)

چنانچہ جب بھی ان میں کوئی سربرآوردہ یا جواں ہمت شخص پیدا ہوتا وہ اس سے فوراً" امیدیں وابستہ کر لیتے تھے کہ شاید یہی "مسیحا" ہے ادنیٰ اور غریب طبقے کے یہودی جو "صدوقی" کہلاتے تھے اس قسم کی توقعات کے پیش نظر بار بار بغاوتیں کرتے اور یونانی حکمرانوں کے مظالم کا شکار ہوتے۔ لیکن اعلیٰ طبقے کے باشعور یہود اس مسیح سے ایسا نبی لیتے تھے جو انہیں اس دور کی شیطنت اور استبداد سے نجات دلائے اور دنیا کو امن و سکون کا گہوارہ بنا دے۔

"بادشاہت" سے مراد آسمانی بادشاہت تھی اور یروشلم بھی یہودیہ والا نہ تھا بلکہ آسمانی شہر تھا۔ جو ہیرے جواہرات وغیرہ سے مرصع تھا اور جس کی ندیوں میں آب حیات رواں تھا۔ اس کیفیت نے ان کے دلوں کی دھڑکنیں تیز کر دی تھیں۔ پارسا قسم کے یہود شہروں سے نکل کر غاروں میں جا بیٹھے، رہبانیت کو شعار بنایا اور فاقوں اور دعاؤں سے مسیحا کی آمد کو "قریب تر" کرنے لگے۔

ہیکل سلیمانی میں مسیحؑ کی آمد

چنانچہ ان امیدوں اور تمناؤں سے پیدا شدہ حالات میں ایک دن ایک خوبصورت نوجوان آنکھوں میں حیرت انگیز چمک لئے، کاندھوں پر زلفیں پھیلائے جو اس کے

www.ahnafmedia.com

روشن چہرے کے گرد ہالہ بنائے ہوئے تھیں' ہیکل سلیمانی میں داخل ہوا۔ دربار یہوا کی قدسی فضا اور نورانی ماحول میں یہودی بنچوں پر بیٹھے سکے کھنکھنا رہے تھے' پیسے بٹور رہے تھے۔ "احاطہ حرم" میں لوگ بازار سجائے عبادت کی بجائے خرید و فروخت میں مصروف تھے۔ یہ شور و غوغا اور منظر دیکھ کر' یہاں داخل ہونے والا سجیلا نوجوان مشتعل ہو گیا اور اس نے سارے بازار اور منڈی کا تختہ الٹ دیا۔ اس نے نہایت بلند اور بارعب آواز میں احبار کی ریاکاری اور فریسی فقیہوں کی ملمع سازی کے خلاف پرجوش تقریر کی۔ پاک بازوں نے سنا تو اس کے ساتھ ہو لئے اور نعرے لگانے لگے۔۔۔۔ "داؤد بیٹا آ گیا' داؤد بیٹا آ گیا ہم اسی کے منتظر تھے۔"

(پھر اس نوجوان کے ہاتھوں کئی مریضوں کو شفا ہوئی جذامیوں کا کوڑھ دور ہوا اور اس کے دست شفا سے کئی اندھوں کی بینائی لوٹ آئی۔ یہ خدا کے پیغمبر عیسیٰ علیہ السلام تھے۔ جو موسوی شریعت کی تجدید کے لئے یروشلم میں وارد ہوئے لیکن وہ یہود تو یہ خواب دیکھ رہے تھے کہ اس کی آمد سے انہیں دنیا جہاں کی بادشاہت مل جائے گی اور وہ ساری دنیا کا خون پئیں گے کوئی انہیں پوچھنے والا نہیں ہو گا۔ ان کے گھر ہیرے جواہرات سے مزین ہوں گے' دوسروں کے بچے ان کے غلام اور ان کی بیویاں ان کی لونڈیاں بن جائیں گی جنہیں نچا نچا کر وہ عیش و مسرت حاصل کریں گے۔ حضرت مسیح کی تعلیمات سن کر نہ صرف ان کا جوش و خروش ٹھنڈا ہو گیا بلکہ مایوسی اور ناامیدی بھی چھا گئی۔ چنانچہ انہوں نے آپؑ کو نبی ماننے سے صاف انکار کر دیا اور کہا۔۔۔۔ "عیسیٰ ناصری جلیل (گلیلی) کا باشندہ ہے' جلیل سے کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔" چنانچہ ان لوگوں نے حضرت عیسیٰؑ کو تختہ مشق بنانا شروع کر دیا۔ اور ان کے ظلم کا ہاتھ اس وقت تک نہ رکا جب تک انہوں نے انہیں بزعم خود "مصلوب" نہ کر دیا جس کی تفصیل پچھلے صفحات میں آ چکی ہے۔

اس سے قبل یہودی علماء اور فریسیوں نے دیگر پیغمبروں کے ساتھ بھی انتہائی قابل اعتراض اور قابل ملامت رویہ اختیار کیا تھا۔ انہوں نے حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہم السلام پر کئی بہتان باندھے اور ان کی تقدیس و طہارت کی دھجیاں بکھیر کر رکھ

دیں۔ لیکن یہود نے جہاں اپنے نبیوں کی ذات اور شخصیات پر رقیق حملے روا رکھے وہاں یہ تضاد بھی جائز رکھا کہ ان کے پیغامات اور ارشادات کو حتیٰ المقدور محفوظ رکھا بن میں خود یہود کی اخلاقی پستی اور نبیوں کے درس ایمان کی عظمت واضح ہے۔ ہر نبی نے سے یہی کہتا ہوا گزر گیا کہ "خدا کی نافرمانی سے بچو' شرک و بدعت سے باز رہو' تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرو' ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ' حق و انصاف کی راہ اختیار کرو' یتیموں اور بیواؤں سے حسن سلوک کا مظاہرہ کرو۔"

یرمیاہ نے ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:

"خدا تمہیں جس دن مصر سے بچا کر لایا تھا اس نے تمہیں بتوں کی پوجا' اوث پٹانگ چڑھاووں' مشرکانہ نذر و نیاز اور منتوں کی اجازت نہیں دی تھی۔"

جیسا کہ پچھلے باب میں گزر چکا ہے کہ یہود کے دل میں ایک بدنام اور خطرناک ترین ڈاکو برابا کے لئے ایک نرم گوشہ تو موجود تھا مگر خدا کے فرستادہ اس پیغمبر پیغام کے لئے ان کا دل پتھر سے بھی سخت ہو چکا تھا۔ چاروں مروجہ اناجیل مرقس' متی' لوقا اور یوحنا اس امر کی گواہی دیتی ہیں کہ حضرت مسیح محض ایک دھرم کا پرچار کرنے نہیں اٹھے تھے بلکہ پورے نظام تمدن و سیاست کو بدل دینا' ان کا مشن تھا۔ اس میں رومی سلطنت یہودی ریاست' فقیہوں اور فریسیوں کے اقتدار اور فی الجملہ تمام بندگان نفس و ہوائے نفس سے جنگ کا خطرہ تھا۔ اسی لئے وہ لوگوں کو کھلے الفاظ میں بتا دیتے تھے کہ جو کام میں کرنے جا رہا ہوں وہ نہایت خطرناک ہے اور میرے ساتھ اسی کو آنا چاہئے جو ان تمام خطرات کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو۔ "اور جو کوئی اپنی صلیب نہ اٹھائے اور میرے پیچھے نہ چلے وہ میرے لائق نہیں۔ جو کوئی اپنی جان بچاتا ہے' اسے کھوئے گا۔ اور جو کوئی میرے سبب اپنی جان کھوتا ہے اسے بچائے گا۔" (متی 10-14-39)

"جو کوئی میرے پیچھے آنا چاہے وہ اپنی خودی (ذاتی اغراض اور خود پرستی) سے انکار کر دے اور اپنی صلیب اٹھائے اور میرے پیچھے ہو لے۔" (متی 24:16)

"تم میں سے جو کوئی اپنا سب کچھ ترک نہ کر دے وہ میرا شاگرد نہیں ہو سکتا۔"

(لوقا 14:26-23)

یہودی علماء اور مشائخ پر تنقید

حضرت عیسیٰؑ نے یہودی علماء پر تنقید کرتے ہوئے کہا:

"یہ فقیہہ اور فریسی (Pharisees)، حضرت موسیٰؑ کی گدی پر بیٹھے ہیں۔ پس جو کچھ وہ تمہیں بتائیں وہ سب کرو اور مانو لیکن ان کے سے کام نہ کرو۔ کیونکہ وہ کہتے ہیں اور کرتے نہیں۔ وہ ایسے بھاری بوجھ جن کا اٹھانا مشکل ہے باندھ کر لوگوں کے کندھوں پر رکھ دیتے ہیں مگر خود اسے اٹھانے کے لئے انگلی بھی نہیں ہلانا چاہتے۔ وہ سب کام لوگوں کو دکھانے کے لئے کرتے ہیں۔ اپنے تعویذ بڑے بناتے ہیں، اپنی پوشاک چوڑی رکھتے ہیں۔ ان ضیافتوں میں صدر نشینی کرتے اور عبادت خانوں میں اعلیٰ درجہ کی کرسیوں پر بیٹھتے ہیں۔ بازاروں میں سلام کرانا اور آدمیوں سے ربی (Rabbi) کہلانا پسند کرتے ہیں۔"

پھر فرمایا:

"اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ آسمان کی بادشاہت لوگوں پر بند کرتے ہو، نہ خود داخل ہوتے ہو اور نہ داخل ہونے والوں کو داخل ہونے دیتے ہو۔"

"اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ ایک مرید کرنے کے لئے بحر و بر کا دورہ کرتے ہو اور جب وہ تمہارا مرید بن چکتا ہے تو اسے اپنے سے دو گنا جہنم کا فرزند بنا دیتے ہو۔"

"اے اندھے راہ بتانے والو! تم مچھر کو تو چھانتے ہو اور اونٹ کو نگل جاتے ہو۔"

"اے ریاکار فقیہو اور فریسیو! تم پر افسوس ہے کہ تم سفیدی پھری

www.ahnafmedia.com

ہوئی قبروں کی مانند ہو جو اوپر سے تو خوبصورت دکھائی دیتی ہیں مگر اندر مردوں کی ہڈیوں اور ہر طرح کی نجاست سے بھری ہوئی ہیں۔ اسی طرح تم بھی لوگوں کو راستباز دکھائی دیتے ہو مگر باطن میں مکاری و ریاکاری اور بے دینی سے بھرے ہوئے ہو۔"

(متی 23: 2-28)

اپنے دور کے حاملان شریعت کی چالبازیوں، شعبدہ کاریوں اور مکر و فریب کو خدا کا پیغمبر کیسے برداشت کر سکتا تھا، ان کو بے نقاب کرنا اور عامتہ الناس کو حقیقت حال سے باخبر کرنا، اس کے فرائض منصبی کا حصہ ہوتا ہے۔ یہ لوگ علم رکھنے کے باوجود بزعم نفس کی وجہ سے خود بھی گمراہ تھے اور عام لوگوں کو بھی گمراہ کر رہے تھے اور رشد و ہدایت کے راستے میں رومی قیاصرہ سے بڑھ کر حائل تھے۔

سازش

یہودی علماء اور فریسیوں کے لئے آپؑ کی ذات ایک کھلا چیلنج بن گئی۔ وہ اس دوغلے کردار کے بے نقاب ہونے اور مکاریوں پر پڑے ہوئے پردوں کو اٹھتے ہوئے کیسے برداشت کر سکتے تھے چنانچہ انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس آواز کو کیسے دبائیں؟ پس ایک منصوبہ تیار کیا گیا جس کے تحت انہوں نے اپنے شاگردوں کو ہیرودیوں (اس دور کی خفیہ پولیس کے اہلکاروں) کے ہمراہ حضرت عیسیٰ کے پاس بھیجا، جنہوں نے آپؑ کے پاس پہنچ کر پوچھا۔ "اے استاد! ہم جانتے ہیں کہ تو سچا ہے اور سچائی سے خدا کی راہ کی تعلیم دیتا ہے اور کسی کی پروا نہیں کرتا۔ ہمیں بتا کہ کیا قیصر (Caesar) کو جزیہ دینا جائز ہے؟" یسوعؑ ان کی شرارت کو فوراً سمجھ گئے اور کہا کہ اے مکارو! مجھے کیوں آزماتے ہو؟ جزیہ کا سکہ مجھے دکھاؤ۔ وہ دینار اس کے پاس لے آئے۔ اس نے ان سے کہا کہ اس پر یہ صورت اور نام کس کا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ قیصر کا۔ اس پر اس نے کہا۔ جو قیصر کا ہے وہ قیصر کو اور جو خدا کا ہے وہ خدا کو ادا کرو۔" (متی: 22: 15-21)

www.ahmadiyyamedia.com

حکومت کے اہلکاروں کو ہمراہ لے کر جانے کا مقصد حضرت مسیحؑ کا قبل از وقت ریاستی حکمران سے تصادم کرانا اور تحریک کو جڑ پکڑنے سے پہلے ہی حکومت کے زور سے اسے کچلوا ڈالنا تھا۔ اس کے جواب میں انہوں نے جو ذو معنی بات کہی اس کو دو ہزار برس سے مسیحی اور غیر مسیحی سب اس معنی میں لے رہے ہیں کہ عبادت خدا کی کرو اور اطاعت حکومت وقت کی کرتے رہو۔ لیکن دراصل حضرت عیسیٰؑ نے نہ تو یہ فرمایا کہ قیصر کو ٹیکس ادا کرنا جائز ہے (کیونکہ ایسا کہنا ان کی دعوت کے خلاف تھا) اور نہ اسے ناجائز قرار دیا کیونکہ اس وقت تک ان کی تحریک اس مرحلے پر نہیں پہنچی تھی کہ ٹیکس روکنے کا حکم دے دیا جاتا۔ اس لئے انہوں نے یہ لطیف بات کہہ دی کہ قیصر کا نام اور اس کی صورت تو قیصر ہی کو واپس کر دو اور سونا جو خدا نے پیدا کیا ہے وہ خدا کی راہ میں صرف کرو۔

اس سازش کے ناکام ہو جانے کے بعد فریسیوں نے خود مسیح کے حواریوں میں سے ایک (یہوواہ- Judas) کو رشوت دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ وہ کسی ایسے موقعہ پر انہیں گرفتار کرائے جبکہ عام بلوے یا ایجی ٹیشن کا خطرہ نہ ہو چنانچہ یہ تدبیر کارگر ثابت ہوئی اور یہوواہ (سکریوتی) نے مسیحؑ کو پکڑوا دیا۔

> "پھر ان کی ساری جماعت اٹھ کر اسے رومی حاکم پیلاطس (پونیش پائلٹ) کے پاس لے گئی اور انہوں نے الزام لگانا شروع کیا کہ اسے ہم نے اپنی قوم کو بہکاتے' قیصر کو خراج دینے سے منع کرتے اور اپنے آپ کو مسیح بادشاہ کہتے پایا ہے---- پیلاطس نے ان کاہنوں اور عام لوگوں سے کہا کہ میں اس شخص کو قصوروار نہیں پاتا۔ مگر وہ اور بھی زور دے کر کہنے لگے کہ یہ تمام یہودیہ میں بلکہ گلیل سے لے کر اس جگہ تک لوگوں کو سکھا سکھا کر ابھارتا ہے---- وہ چلا چلا کر اصرار کرتے رہے کہ اسے صلیب پر چڑھا دیا جائے۔ بالآخر ان کا چلانا کارگر ہوا۔" (لوقا 23_ 1-23)

www.ahnafmedia.com

رومی حکمران نے آپؑ کو کوڑے لگوا کر سپاہیوں کی حفاظت میں دے دیا کیونکہ اس کو آپ کی بے گناہی کا یقین تھا۔ سپاہی آپ کو پہاڑ (کالوری) پر لے گئے اور یہود نے آپ کو جاتے ہوئے دیکھا۔ انجیل (یوحنا باب 20 آیت 23) کے مطابق "مسیح باغبان کے روپ میں اپنی ایک مریدنی مریم گلدانی کو نظر آئے" جس سے پتہ چلتا ہے کہ سپاہیوں نے آپؑ کو چھوڑ دیا۔ خود حواری معترف ہیں کہ آپ گرفتاری کے بعد سجدے میں گر کر رات بھر دعا کرتے رہے۔ "میرے پروردگار مجھے صلیب کی (ملعونی) موت سے بچانا۔" یہ ایک جلیل القدر پیغمبر معصوم کی دعا تھی جو حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہم السلام کے گھرانے کا نمائندہ تھا اس کی التجا کو شرف قبولیت حاصل ہوا جس پر قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیت 157 میں گواہی موجود ہے۔

"وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لہم۔"

(حالانکہ فی الواقع انہوں نے نہ اس کو قتل کیا، نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ ان کے لئے معاملہ مشتبہ کر دیا گیا)۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں صلیب پر چڑھائے جانے سے پہلے ہی اٹھا لیا۔ ان کے مصلوب ہونے پر خود عیسائیوں مین کوئی ایک متفقہ قول نہیں ہے۔ بلکہ بیسیوں اقوال ہیں جن کی کثرت خود اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اصل حقیقت ان کے لئے بھی مشتبہ ہی رہی۔ ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ صلیب پر جو شخص چڑھایا گیا وہ مسیح نہیں بلکہ انہی کا کوئی ہم شکل تھا جسے یہودی اور رومی سپاہی ذلت کے ساتھ صلیب دے رہے تھے اور مسیح وہیں کھڑا ان کی حماقت پر ہنس رہا تھا۔ کوئی کہتا ہے کہ صلیب پر چڑھایا تو مسیح ہی کو گیا تھا مگر ان کی وفات صلیب پر نہیں ہوئی بلکہ اتارے جانے کے بعد ان میں جان تھی۔ کوئی کہتا ہے کہ انہوں نے صلیب پر وفات پائی اور پھر جی اٹھے اور کم و بیش دس مرتبہ اپنے حواریوں سے ملے اور باتیں کیں کوئی کہتا ہے کہ صلیب کی موت مسیح کے جسم انسانی پر واقع ہوئی اور وہ دفن ہوا مگر الوہیت کی روح جو اس میں تھی وہ اٹھا لی گئی۔ کوئی کہتا ہے کہ مرنے کے بعد مسیح علیہ السلام جسم سمیت زندہ

www.ahmadiyyamedia.com

www.ahnafmedia.com

ہوئے اور جسم سمیت اٹھا لئے گئے۔ ظاہر ہے کہ اگر ان لوگوں کے پاس حقیقت کا علم ہوتا تو اتنی مختلف باتیں ان میں مشہور نہ ہوتیں۔

اس باب میں ہمارے پیش نظر عیسائیت کی تصدیق یا تکذیب نہیں، ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ جو سلوک کیا وہ ان کے کس "جرم" کی سزا تھی۔ کیا آپؑ خدا کے فرستادہ نہ تھے؟ اور ان کا پیغام وحی الٰہی نہ تھا؟ علاوہ ازیں آپؑ نے علمائے یہود کی جن غلط کاریوں اور گمراہیوں کی نشاندہی کی کیا وہ صحیح نہ تھی؟

○

www.ahnafmedia.com

چوتھا باب

یہودیوں کا مسلمانوں سے سلوک

اس موضوع پر آگے بڑھنے سے پہلے پس منظر کا کچھ بیان ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود قوم کو دیگر اقوام پر فضیلت دینے کا وعدہ اس شرط پر کیا تھا کہ وہ اس کے ساتھ اپنی جانوں کا سودا کریں، یعنی اس کی اطاعت اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اپنا تن من دھن سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار رہیں۔ لیکن یہود نے اپنی "جانوں کے سودے" کی شق کو فراموش کر دیا صرف فضیلت دیئے جانے کا وعدہ یاد رکھا۔ اور اس "فضیلت والے ذہن" کے ساتھ انہوں نے ساری دنیا کے خلاف نفرت و حقارت کا اظہار کرنا شروع کر دیا اور یہ عقیدہ بنا لیا کہ یہود اور صرف یہود خدا کے برگزیدہ بندے ہیں، باقی تمام انسانیت ہیچ ہے۔ صرف یہی نہیں انہوں نے اپنی مرضی کا خدا "یہوا" تراشا جو محض الٰہی کا تھا، انہوں نے عہد عتیق (Old Testament) میں سے سودے کی شرط خارج کر کے ایک نئی تورات مرتب کی۔ اپنی مرضی کے مسیح کے نزول کے لئے خدا سے التجا کی اور جب وہ آ گیا تو اسے ماننے سے انکار کر دیا۔ اسے صلیب پر چڑھانے کے لئے بہتان طرازی کی اور یہاں تک کہ خود حواری بھی ان کا ساتھ چھوڑ گئے۔ پھر ان کے ساتھ وہ تعلیمات منسوب کر دیں جو حق و صداقت کے اساسی تصور ہی کے منافی تھیں۔ اس طرح دین عیسیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات پر قائم ہونے کی بجائے پال کے خیالات سے پھوٹا۔ پال جو آپؑ کی زندگی میں آپؑ کا دشمن تھا آپ کے پیروؤں کے پیچھے تلوار لے کر پھرتا تھا لیکن آپؑ کے بعد آپ کے مذہب کا سب سے بڑا علمبردار بن گیا۔ اس کی ساری کارگزاری اس یہودی ذہن کی پیداوار تھی جس نے اپنے وطن، اپنے مذہب، اپنی قوم، یہاں تک کہ اپنے

یروشلم کو تہس نہس کرا لیا۔ لیکن اس خیال باطل سے باز نہ آیا کہ دنیا پر بادشاہت کا حق اسے اور صرف اسے ہی حاصل ہے۔ اس کے لئے وہ جو بھی کرے جائز (Justified) ہے۔

ظہور اسلام کے زمانے تک یہود جو اقصائے عالم میں منتشر و آوارہ ہو چکے تھے۔ سود در سود، تجارت، بردہ فروشی اور اپنے سازشی کردار کے ذریعہ اپنی بستیاں جگہ جگہ تعمیر کر چکے تھے اور ہر جگہ پر مقامی معیشت اور تجارت پر بھی چھا چکے تھے۔ وہ اپنے مفاد کے لئے وہ دوسروں کو اندھیرے اور جہالت میں مبتلا رکھتے اور ان کی بے بسی کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ مقامی بدوؤں اور قریش عرب سے وہ اپنے اس رشتے کا فخر اظہار کرتے جو اولاد ابراہیمؑ ہونے کے باعث قائم تھا۔

(یہود، حضرت ابراہیمؑ اور حضرت سارہؑ کے صاحبزادے حضرت اسحاقؑ کی اولاد سے تھے جبکہ قریش حضرت ابراہیمؑ اور حضرت ہاجرہؑ کی اولاد میں سے تھے۔ یہود کے ذہن میں اپنی برتری کا خناس چونکہ موجود تھا اس لئے انہوں نے اس کے اظہار کے لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کو تو حضرت اسحاقؑ سے منسوب کر لیا لیکن تعمیر بیت اللہ جو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے ہاتھوں انجام پائی تھی اس کا انکار ان کے لئے ممکن نہ ہو سکا اس لئے انہوں نے اس کا احترام نہ کرنے کی ٹھان لی۔ حضرت اسماعیل کی والدہ ماجدہ ہاجرہؑ کے بارے میں انہوں نے یہ داستان گھڑ لی کہ وہ حضرت ابراہیم کی بیوی نہیں بلکہ لونڈی تھیں، جنہیں بقول ان کے وہ اپنی بیوی سارہؑ کے ایماء پر بیٹے (حضرت اسماعیلؑ) سمیت بے آب و گیاہ ریگستان میں مرنے کے لئے چھوڑ گئے تھے۔ یہ داستان ان جعلی روایات کا حصہ ہے جو یہودیوں نے اپنی مخصوص ذہنیت کے تحت اپنی الہامی کتابوں میں اضافوں کے ذریعے شامل کی تھیں۔ حالانکہ مسئلہ وراثت کی رو سے اس زمانے کے رواج میں لونڈی اور اس کی اولاد وراثت میں سے کوئی حق نہ پاتی تھی جو خود اس دلیل کا جواب ہے۔ بالفرض حضرت ہاجرہؑ لونڈی ہی ہوتی تو ان سے "نجات" پانے کے لئے حضرت سارہؑ کو اتنا تردد کرنے کی کیوں ضرورت پڑتی۔ ان لوگوں نے یہی کچھ نہیں کیا بلکہ حضرت ابراہیم کے بارے میں ان کی کتابوں میں اور بھی

www.ahnafmedia.com

جو کچھ درج ہے وہ اتنا شرمناک ہے کہ اس کا تصور بھی اس برگزیدہ نبی کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا۔ قرآن پاک نے انہیں ان تہمتوں سے پاک کیا اور مینار نور قرار دیا ہے۔

اصل بات یہ تھی کہ یہود تورات کی ان آیات کی رو سے جو انہوں نے مخصوص مقصد کے تحت حذف کر دی تھیں، جانتے تھے کہ نبی آخرالزمان کا اولاد اسماعیل سے ظہور ہو گا، جس کی پیش بندی کے لئے انہوں نے حضرت ہاجرہؑ پر بہتان باندھے اور حضرت اسحاقؑ کی حضرت اسماعیلؑ پر فضیلت و برتری قائم کرنے کی کوشش کی۔ تاہم وہ قریش کو حضرت اسماعیلؑ کی اولاد ماننے اور حضرت اسماعیلؑ کے حضرت ابراہیمؑ کا بیٹا ہونے سے انکاری نہ تھے۔ چنانچہ وہ قریش سے ایک خاص تعلق رکھتے تھے۔ علاوہ ازیں جس مسیح کے ظہور کا وقت اب آ پہنچا تھا، اس کی آمد کی خبر بھی انہوں نے ہی اپنے گرد و پیش میں پہنچا رکھی تھی۔

یہودیوں کے ستارہ شناس اور احبار آنحضرت کی ولادت کے زمانے میں بالخصوص منتظر تھے کہ اس ذات اطہر کا ظہور ہونے والا ہے۔ اس سلسلے میں تورات اور انجیل میں واضح نشانیاں آ چکی تھیں۔ چنانچہ جب آپؐ کا ظہور ہوا اور آپؐ نے اپنی شان پیغمبری کے ساتھ توحید کی طرف دعوت دی تو یہود و نصاریٰ دونوں نے آپ کے پیغام پر توجہ نہ دی اور اپنی مرضی کا "مسیح" مانگتے رہے۔

آنحضرتؐ کی بعثت کی اولین تائید مکہ کے مشہور راہب ورقہ بن نوفل نے کی تھی۔ غار حرا میں پہلی وحی نازل ہونے کے بعد جب آپ جلال الٰہی کے اثرات سے گھبرا کر جب اپنے گھر تشریف لائے اور اپنی اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہؓ سے سارا واقعہ بیان کیا تو وہ آپ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو عبرانی زبان جانتے تھے اور توریت و انجیل کے علماء میں شمار ہوتے تھے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی رشتہ داری کے باعث وہ آپ کے بارے میں کچھ کچھ باتیں پہلے ہی جانتے تھے، اب جو آپؐ کی زبانی انہوں نے اس واقعہ کی تفصیل سنی تو کہا۔ "ہاں یہی وہ فرشتہ (ناموس) ہے جو حضرت موسیٰؑ پر اترا تھا۔"

آنحضرتؐ کی ذات میں چند ایسے آثار کی نشاندہی، بحیرا نامی راہب نے بصریٰ کے

مقام پر اس وقت کر دی تھی جب آپ دس بارہ سال کی عمر میں پہلی بار اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ شام کے تجارتی سفر پر گئے تھے۔ ترمذی شریف کی ایک حدیث کے مطابق آپؐ جب اس راہب کی خانقاہ کے قریب ایک درخت کے نیچے بیٹھے تو اس کی تمام شاخیں جھک آئیں' بحیرا نے جونہی یہ منظر دیکھا تو آپ کے قریب آیا' آپ سے چند باتیں پوچھیں اور آپ کے مقام نبوت پر فائز کئے جانے پر اپنے یقین کا اظہار کر دیا' ساتھ ہی اس نے آپ کے چچا کو اپنے اس خدشے سے بھی مطلع کر دیا کہ یہودیوں کو عربوں میں آپؐ کے مبعوث ہونے کا پتہ چل گیا تو وہ آپ کو ختم کر دیں گے۔ چنانچہ ابو طالب اپنا سارا تجارتی سامان وہیں اونے پونے فروخت کر کے واپس مکہ چلے گئے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہود سے بار بار خطاب کر کے انہیں اپنے احسانات اور اس عہد نامہ (Covenant) کی شرائط یاد دلائیں اور اتباع رسول کا حکم دیا۔ (سورۃ الاعراف آیت 157' سورۃ آل عمران کی آیت 75' سورہ البقرۃ آیت 40 اور سورۃ الاعراف کی آیت 167)۔ موخرالذکر آیت میں فرمایا گیا:

> "اور یاد کرو جب تمہارے رب نے اعلان کر دیا کہ وہ قیامت تک برابر ایسے لوگ بنی اسرائیل پر مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب میں مبتلا کریں گے۔ یقیناً تمہارا رب سزا دینے میں بہت تیز دست ہے اور یقیناً وہ درگزر کرنے اور رحم کرنے سے بھی کام لینے والا ہے۔"

لیکن یہود نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وہی رویہ اختیار کئے رکھا جو انہوں نے اپنی کتب مقدسہ سے کیا تھا۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے یہود کی تاریخ کو امت رسول کے لئے آگاہی اور عبرت کے طور پر بھی پیش کیا۔ سورۃ یوسف میں فرمایا گیا ہے کہ یہ قوم سیرت یوسف کے حامل حق پرستوں کے ساتھ وہی سلوک کرنے والی ہے جو اس نے اپنے پیغمبر بھائی کے ساتھ روا رکھا تھا اور اسلام کے احسانات کا بدلہ بھی اسی بے وفائی تنگ نظری اور جہالت کے ساتھ ادا کرنے والی ہے جس کا ارتکاب اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی شفقت و عنایات کے جواب میں کیا تھا۔

www.ahnafmedia.com

قرآن مجید میں سورۃ بنی اسرائیل (آیات 3 تا 8) کی ذہنیت کو بے نقاب کرتے ہوئے کہا گیا ہے:

"ہم نے اپنی کتاب میں بنی اسرائیل کو اس بات پر متنبہ کر دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں فساد عظیم برپا کرو گے اور بڑی سرکشی کا مظاہرہ کرو گے۔ آخرکار جب ان میں سے پہلی سرکشی کا موقع آیا تو اے بنی اسرائیل! ہم تمہارے مقابلے پر ایسے بندوں کو لے آئے جو نہایت زور آور تھے اور وہ ہر طرف سے تمہارے ملک پر چھا گئے۔ یہ ہمارا وعدہ تھا جو پورا ہو کر ہی رہنا تھا۔ اس کے بعد ہم نے تمہیں ان پر غلبے کا موقع دیا اور تمہیں مال اور اولاد سے امداد دی اور تمہاری تعداد بھی پہلے سے بڑھا دی۔ دیکھو! تم نے بھلائی کی تو وہ تمہارے اپنے لئے ہی بھلائی تھی۔ اور برائی کی تو وہ تمہاری اپنی ذات کے لئے برائی ثابت ہوئی۔ پھر جب دوسرے وعدے کا وقت آیا تو ہم نے دوسرے دشمنوں کو تم پر مسلط کر دیا تاکہ وہ تمہارے چہروں کو بگاڑ کر رکھ دیں اور مسجد (بیت المقدس) میں گھس جائیں جس طرح پہلے گھسے تھے اور جس چیز پر ان کا ہاتھ پڑے گا اسے تباہ و برباد کر کے رکھ دیں۔ ہو سکتا ہے کہ اب تمہارا رب تم پر رحم کرے لیکن اگر تم نے پھر اپنے سابق طرز عمل کا اعادہ کیا تو ہم بھی اپنی سزا اور عتاب کا اعادہ کریں گے۔ کفران نعمت کرنے والوں کے لئے ہم نے جہنم کا قید خانہ تیار کر رکھا ہے۔"

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودیوں سے پہلا سابقہ ہجرت کے بعد پڑا۔ مدینہ کے نواح میں یہودیوں کی متعدد بستیاں تھیں جو قلعوں کی صورت میں تعمیر ہوئی تھیں۔ تجارت، سود اور طب پر وہ چھائے ہوئے تھے۔ وہ بھاری شرح سود پر لوگوں کو قرضے دیتے اور اس کی واپسی کے لئے مقروض کی کھال تک کھینچ لیتے تھے۔ اپنی فطری شر

www.ahnafmedia.com

انگیزی کے بل بوتے پر وہ مقامی لوگوں کے درمیان پھوٹ ڈالتے انہیں خوب لڑاتے اور اپنے خفیہ ایجنڈے کی تکمیل کرتے رہتے۔

جب اسلام نے اہل یثرب کے دلوں کو منور کیا' ان کی دیرینہ رنجشیں اور انتقام در انتقام کے سلسلے کو ختم کرا دیا تو یہود کو اپنی سازشوں کے جال ٹوٹتے دکھائی دینے لگے اہل مدینہ کے دو قبیلے اوس اور خزرج ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے اور صرف دو سال قبل جنگ بعاث میں ایک دوسرے کو صفحہ ہستی سے نابود کرنے کا عہد کر چکے تھے' اسلام کی بدولت آپس میں شیر و شکر ہو گئے اور ایک دوسرے کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار ہو گئے۔ اس صورت حال پر یہودی بے حد پریشان ہو گئے۔ کیونکہ ان کے لڑنے بھڑنے اور باہمی رنجشوں کے ساتھ یہودیوں کا مفاد وابستہ آ رہا تھا۔ اسلام چونکہ امن و سلامتی کا علمبردار ہے اور انسانوں کو اپنی صلاحیتیں مثبت و تعمیری کاموں پر صرف کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اس لئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں آ کر یہود کو بھی امن و سلامتی کے راستے پر لانے کی کوشش فرمائی۔ آپؐ نے ان کے ساتھ مسلمانوں کے تعلقات کو واضح خطوط پر منضبط کرنے کے لئے مسلمانوں اور یہود کا مشترکہ اجلاس طلب کر کے حسب ذیل معاہدہ طے کرایا۔ جس کو دونوں فریقوں نے منظور کیا۔ یہ معاہدہ سنہ ۱ ہجری میں ہوا تھا' اس کی سات شقیں تھیں۔

۱- خون بہا اور فدیہ کا جو طریقہ پہلے سے چلا آ رہا ہے' اب بھی جاری رہے گا۔

2- یہود کو مکمل مذہبی آزادی حاصل رہے گی اور ان کے مذہبی امور میں کوئی مداخلت نہیں ہو گی۔

3- یہود اور مسلمان باہم دوستانہ برتاؤ رکھیں گے۔ مدینہ کے اندر کشت و خون سب قوموں پر حرام ہو گا۔

4- اگر دونوں فریقوں میں سے کسی ایک پر کوئی بیرونی قوت حملہ کر دے تو دونوں فریق مل کر اس کا مقابلہ کریں گے۔

5- اگر دشمن سے جنگ چھڑ جائے تو یہودی بھی مسلمانوں کے ساتھ جنگی اخراجات برداشت کریں گے۔

www.sirat-e-mustaqeem.net

6- یہودیوں کی دوست قوموں کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو یہودیوں کے ہیں۔

7- اگر دونوں فریقوں کے درمیان کوئی جھگڑا پیدا ہو جائے تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فیصلہ دونوں کو تسلیم کرنا ہو گا۔

اس معاہدے پر رفتہ رفتہ بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع نے بھی دستخط کر دیئے کیونکہ سب کو اس کے اندر اپنی سلامتی اور فلاح و بہبود دکھائی دے رہی تھی۔ اس طرح ایک مشترک معاشرہ قائم ہو گیا۔ یہود بظاہر تو اس معاہدے سے مطمئن نظر آ رہے تھے لیکن اندر سے ان کا خون کھول رہا تھا۔ جنگ بدر سے قبل کے واقعات اور مشرکین مکہ کے منصوبوں (جن کی وہ خاص سن گن رکھتے تھے) سے انہیں امید لگ رہی تھی کہ مسلمان زیادہ دیر نہیں جمیں گے ان کا خاتمہ ہوا یا کمزور پڑ گئے تو اسلام اپنے آپ ختم ہو جائے گا۔ اس کے لئے قریش کے ساتھ ان کا خفیہ نامہ و پیام جاری رہا۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے ساتھ بھی ان کی در پردہ ساز باز تھی۔

جنگ بدر کا جب نتیجہ ان کی توقعات اور خواہشات کے برعکس نکلا تو ان کے دلوں پر غم کے بادل چھا گئے۔ آتش حسد اور دلوں میں چھپی ہوئی دشمنی سامنے آئے بغیر نہ رہ سکی۔ انہوں نے تو مسلمانوں کو چند دن کے مہمان سمجھ کر معاہدے پر وقتی طور پر دستخط کئے تھے۔ مگر اس فتح کی بدولت مسلمان اب صرف ایک مذہب کے پیروکار ہی نہیں بلکہ ایک مستقل قوت بنتے دکھائی دینے لگے۔ اور یہ معاہدہ ان کی تقویت کا باعث بنتا محسوس ہو رہا تھا چنانچہ انہوں نے ایک سوچے سمجھے انداز میں اس کی خلاف ورزیاں شروع کر دیں۔

کہتے ہیں یہودی سردار کعب بن اشرف نے جب فتح بدر کی خبر سنی تو چیخ اٹھا:

"آج زمین کا پیٹ ہمارے لئے اس کی پیٹھ سے بہتر ہے۔"

وہ چند لوگوں کو ساتھ لے کر مکہ جا پہنچا اور انہیں جوش دلانے اور مسلمانوں سے شکست کا بدلہ لینے کی تلقین کرنے لگا، اس دورے میں اس نے اپنی شاعری کا ہتھیار بھی خوب استعمال کیا۔ اس کے ایک مرثیہ کے چند اشعار ملاحظہ کیجئے:

بدر کی چکی نے تمہارے جوانوں کا خون پیس ڈالا

www.anfaalpedia.com

بدر کے واقعات پر خوب روؤ' چیخو اور خون بہاؤ
تمہارے جوانوں کی گردنیں کٹ کٹ کر گرتی رہیں
حیران مت ہو کہ تمہارے شہزادوں کی لاشیں بدر میں پڑی ہیں
کیسے کیسے حسین' جری' شجیع جوان تھے وہ
جو بھوکے' بے گھر لوگوں کی پناہ گاہ تھے' کٹ مرے
اے کاش جب وہ قتل ہوئے زمیں پھٹ جاتی اور اپنے بچوں کو
نگل جاتی
اور وہ جو اس خبر کو پھیلانے آئے تھے نیزوں پر چڑھائے جاتے

معاہدے سے انحراف کے لئے انہوں نے ایک نہایت قبیح راستہ اختیار کیا۔ جس میں بنی قینقاع کے اوباش پیش پیش تھے۔ اور وہ یہ تھا کہ انہوں نے مسلمان خواتین کو چھیڑنا اور ان پر فقرے چست کرنا شروع کر دیئے۔ اسی قبیلے کے ایک یہودی نے ایک بار ایک مسلمان عورت کو چھیڑا تو ایک غیرت مند مسلمان نے جو اس طرف سے گزر رہا تھا' اسے دیکھ لیا اور موقع پر اسے ہلاک کر دیا۔ یہودیوں نے انتقاماً اسے شہید کر دیا۔ حضورؐ نے معاہدے کے تحت خون بہا مانگا تو وہ اکڑ گئے۔ ان کا سردار بولا---- "خبردار! ہمیں قریش نہ سمجھنا۔ ہم لڑنے مرنے والے لوگ ہیں۔ ہمارے مقابلے میں آؤ گے تو پتہ چلے گا کہ مرد کیسے ہوتے ہیں؟"

اللہ تعالیٰ کو ان کی اس مجرمانہ روش پر مسلمانوں پر یہ ہدایت نازل فرمائی:

"ان لوگوں سے جن کے ساتھ تو نے معاہدہ کیا' پھر وہ ہر موقع پر اسے توڑتے ہیں اور ذرہ بھر خدا کا خوف نہیں کرتے۔ پس یہ لوگ اگر تمہیں لڑائی میں مل جائیں تو ان کی ایسی خبر لو کہ ان کے بعد دوسرے لوگ جو ایسی روش اختیار کرنے والے ہیں ان کے حواس گم ہو جائیں۔" (سورہ الانفال۔ آیات 57-56)

یہ حکم ملتے ہی مسلمان حرکت میں آ گئے۔ یہودی قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے محاصرہ کر کے 15 دن میں انہیں ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا اور جلاوطنی کا حکم دے

www.anafmedia.com

دیا۔ چنانچہ سنہ 2 ہجری میں وہ اپنی جائداد' باغات اور زمینیں چھوڑ کر شام کے علاقے میں چلے گئے۔

اس عرصہ میں بنو نضیر جو کفار مکہ کو غزوہ بدر کے نقصانات کے انتقام پر مسلسل اکساتے رہے بالاخر جنگ احد کا واقعہ پیش آگیا۔ معاہدے کی رو سے یہودی مسلمانوں کا ساتھ دینے کے پابند تھے۔ اس سے نہ صرف انہوں نے پہلوتہی کی بلکہ مسلمانوں پر حملہ بھی کر دیا۔ حضورؐ نے ان سے خون بہا طلب کیا۔ اور اس مقصد کے لئے بنو نضیر کی بستی میں تشریف لے گئے۔ ایک روز آپؐ' ابوبکر صدیقؓ اور عمرؓ ایک دیوار کے سایہ میں تشریف فرما تھے کہ یہود نے دیوار گرا کر آپ تینوں کو شہید کرنے کی کوشش کی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان کے مکروہ ارادے سے فوراً مطلع فرما دیا آپ وہاں سے اٹھ چکے تھے۔ آپ نے واپس مدینہ پہنچ کر انہیں خط لکھا کہ یا تو معاہدے کی تجدید کریں اور اس پر کاربند رہنے کا یقین دلائیں ورنہ مدینہ سے نکل جائیں۔

یہود نے یہ مطالبہ نہ مانا تو آپؐ نے ان کے خلاف لشکر کشی کا حکم دے دیا۔ بنو نضیر قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے اور قریش مکہ کی مدد کا انتظار کرنے لگے۔ جو دو ہفتے گزر جانے کے باوجود نہ پہنچ سکی۔ قریش نے معاہدوں کی خلاف ورزی کرنے کی عادی اس قوم کو حسب وعدہ دو ہزار سواروں کی کمک نہ پہنچائی تو اسے شدید صدمہ پہنچا اور سخت مایوس ہو گئے۔ بالاخر وہ اس شرط پر ہتھیار ڈالنے پر تیار ہوئے کہ انہیں قتل کرنے کی بجائے جلاوطنی کی سزا دی جائے۔ آنحضرتؐ نے نہ صرف ان کی شرط کو قبول فرمایا بلکہ انہیں یہ اجازت بھی دے دی کہ وہ جتنا مال و اسباب اونٹوں پر لاد کر لے جا سکتے ہیں لے جائیں چنانچہ ان میں سے اکثر مدینہ سے 90 میل شمال خیبر میں جا کر آباد ہو گئے۔

اب یہود کا صرف ایک قبیلہ بنو قریظہ رہ گیا تھا جو مدینہ کے نواح میں آباد تھا اور اپنے دیگر قبائل کا انجام دیکھ کر کسی مناسب موقع کا انتظار کر رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے عزائم سے بے خبر نہ تھے۔ آپؐ نے ان پر نگرانی کے لئے دو سو جانباز مقرر کر رکھے تھے۔ دوسری جانب یہود ان خیبر نے کفار مکہ سے مسلسل رابطہ رکھا اور انہیں مدینہ پر بڑی فوج کے ساتھ حملے پر آمادہ کرتے رہے' ان کی ناپاک مساعی کے

www.ahnafmedia.com

نتیجے میں 5 سنہ ہجری میں دس ہزار مسلح فوج کا مدینہ پر حملہ آور ہو گئی۔ آپؐ نے شہر کے اس حصے کے گرد خندق کھدوا دی جو غیر محفوظ تھا۔ اس فوج نے بیس روز تک مدینے کا محاصرہ جاری رکھا۔ ایک دن کفار نے مسلمانوں پر پتھروں کی بارش کی مسلمان ان کا جواب دینے میں مصروف تھے کہ یہود بنو قریندہ نے صورت حال سے فائدہ اٹھایا اور اس قطعہ پر حملہ کر دیا جہاں خواتین جمع تھیں لیکن مسلمان عورتوں نے زبردست جرات و بہادری کا مظاہرہ کر کے انہیں مار بھگایا۔ اس کے بعد کسی کو ان کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ پھر حالات نے پلٹا کھایا یہود اور قریش کی آپس میں ٹھن گئی۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی نصرت فرمائی ایک رات ایسا سرد طوفان آیا کہ قریش کے خیمے الٹ گئے۔ اور وہ بدحواس ہو کر بھاگ گئے' محاصرہ ختم ہو گیا۔

قریش کے پسپا ہو جانے کے بعد حضورؐ نے بنو قریندہ کو وعدہ خلافی اور غداری کی سزا دینے کے لئے حملے کا حکم دے دیا۔ ان کا محاصرہ کئے ہوئے پندرہ روز ہو چکے تھے کہ انہوں نے اس شرط پر ہتھیار ڈالنے کی پیشکش کر دی کہ ان کی سزا کا فیصلہ حضرت سعد بن معاذ کریں جن کے ساتھ ان کے تجارتی تعلقات بھی تھے اور جو قبیلہ اوس کے سردار ہونے کے سبب ان کے نزدیک بہت محترم تھے۔ یہود کا خیال تھا کہ حضرت سعد دیرینہ مراسم کی بنا پر ان کے ساتھ حضور اکرمؐ کی بہ نسبت زیادہ نرمی سے پیش آئیں گے لیکن انہیں معلوم نہ تھا کہ جنگ خندق میں سعد شدید زخمی ہو چکے ہیں اور انہیں یہود کی غداری کا سخت ملال بھی تھا۔

اس کے باوجود حضرت سعد نے بڑی بردباری کے ساتھ یہود سے پوچھا کہ "فیصلہ تمہاری کتاب کے مطابق کیا جائے یا ہماری کتاب (قرآن) کے مطابق؟"

انہوں نے اصرار کیا کہ "ہماری کتاب کے مطابق فیصلہ صادر کیجئے۔"

چونکہ تورات کے حصہ "استثناء" میں گرفتار شدہ دشمن کو قتل کرنے کا حکم لکھا ہوا ہے اس پر حضرت سعدؓ نے اپنا فیصلہ سنا دیا کہ "یہود کے لڑنے کے قابل تمام مردوں کو قتل کر کے ان کی عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے۔" چنانچہ حضرت سعدؓ

www.ahnafmedia.com

اس فیصلے کے دوسرے دن ہی شہید ہو گئے لیکن ان کے فیصلے کے مطابق تقریباً چھ سو یہودیوں کو قتل کر دیا گیا اور اس طرح بنو قریظہ کا قضیہ بھی صاف ہو گیا۔

اب مدینہ کے گرد و نواح میں کوئی یہودی بستی باقی نہ رہی۔ لیکن خیبر کے یہود غزوہ خندق اور اس کے مابعد کے واقعات سے آگ بگولا ہو رہے تھے۔ ان کے سامنے ایک ہی راستہ رہ گیا تھا وہ یہ کہ اپنی دولت اور طاقت کا لالچ دے کر قریش کو ایک بار پھر آنحضرت صلعم کے خلاف اشتعال دلائیں اور فیصلہ کن جنگ لڑ کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کریں۔ آپؐ ان کی نیت سے بے خبر نہ تھے چنانچہ دونوں کے گٹھ جوڑ کو ناکام بنانے کے لئے آپؐ نے قریش کے ساتھ صلح حدیبیہ کا معاہدہ کر لیا جس کی رو سے دس سال تک قریش نے مسلمانوں کے خلاف جنگ نہ لڑنے کا عہد کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس صلح نامے کو جو فتح مبین قرار دیا تھا اس میں ایک پوشیدہ حکمت یہ بھی تھی کہ مسلمانوں کو قریش نے ایک مستقل قوم کی حیثیت سے پہلی بار تسلیم کیا تھا اس طرح وہ یہود کی سازش سے تحریری طور پر الگ ہو گئے تھے۔

صلح حدیبیہ سے واپسی پر 20 روزہ مدینہ میں قیام کے بعد آپؐ اپنے ان صحابہ کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے جنہوں نے صلح حدیبیہ میں حصہ لیا تھا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ جیش اسلام کے ہاتھوں میں پرچم تھے۔ ان میں سے ایک پرچم حضرت عائشہ صدیقہؓ کی اوڑھنی کا بنایا گیا تھا۔ جسے حضرت علیؓ نے اٹھایا ہوا تھا۔ یہود خیبر اس فوج کے پہنچنے سے پہلے خبردار ہو چکے تھے۔ انہوں نے اپنے قلعے محفوظ کر لئے اور جنگ کی تیاری مکمل کر لی۔ یہاں ان کے سات قلعے تھے۔ پہلا قلعہ ناعم جب فتح ہو گیا تو سب دوسرے مضبوط قلعے قموص میں جمع ہو گئے۔ اس وقت آنحضرتؐ نے حضرت علیؓ کو ہراول دستے کا پرچم دے کر ان کی کامیابی کے لئے دعا فرمائی۔ حضرت علیؓ نے قموص کے یہودی پہلوان مرحب کو قتل کر دیا تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اس طرح یہ مہم بھی کامیاب ہو گئی۔ قموص کی فتح کے ساتھ ہی یہود کی کمر ٹوٹ گئی اور یکے بعد دیگرے تمام قلعے فتح ہوتے چلے گئے۔

حضور صلعم کو زہر دے دیا گیا

اس موقع پر ایک یہودی عورت زینب بنت الحرث نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

www.ahnafmedia.com

کو دعوت دی جسے آپؐ نے منظور فرما لیا۔ اس نے ایک دنبہ ذبح کیا اور اسے بھوننے سے پہلے اس نے حضور سے پوچھا---- "آپ کونسا حصہ پسند فرمائیں گے۔" آپ نے جواب دیا "مجھے بازو کا گوشت زیادہ پسند ہے۔ چنانچہ اس نے سارے دنبے پر زہر چھڑکا اور بازو کو خصوصاً زہر آلود کیا۔ دستر خوان پر بیٹھنے کے بعد آپؐ نے ایک لقمہ منہ میں ڈالا لیکن اسے نگلا نہ تھا کہ فرمایا---- "یہ ہڈی مجھ سے کہتی ہے کہ اسے زہر آلود کیا گیا ہے" چنانچہ آپؐ نے اسے اگل دیا۔ حضرت بشرؓ بن البرا نے آپ کے ساتھ ہی ایک نوالہ لیا تھا لیکن وہ اسے نگل گئے اور شہید ہو گئے۔

اپنی آخری علالت میں حضورؐ نے اس واقعہ کو یاد کرتے ہوئے فرمایا۔ میرے پاس ام بشرؓ آئی تھی اور میں نے اسے کہا تھا---- "اے ام بشر! مجھے اس گوشت کی وجہ سے جو میں نے خیبر میں چبایا تھا شدید درد لاحق ہے' اسی گوشت سے تیرا بھائی شہید ہوا تھا۔ چنانچہ اس روایت کے مطابق حضورؐ کا وصال اسی زہر سے ہوا تھا۔

خیبر کی ان شکستوں کے بعد یہودی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہم آدھی بٹائی پر مسلمانوں کے لئے کھیتی باڑی کرنے کے لئے تیار ہیں' اس کے بدلے میں ہمیں خیبر ہی میں رہنے کی اجازت دے دی جائے۔ آپؐ نے ان کے معاندانہ ماضی کے باوجود ان کی درخواست منظور کر لی۔ بظاہر انہوں نے پرامن شہری کے طور پر زندگی گزارنا شروع کر دی لیکن در پردہ وہ اپنے مقاصد کی تکمیل میں مصروف رہے۔ اور چھپ کر وار کرنے کے مواقع سے فائدہ اٹھاتے رہے۔

سبوتاژ کی کاروائیاں

عہد فاروقی میں جب مسلمان مجاہدین شام کی طرف جاتے تو راستہ میں خیبر بھی ایک پڑاؤ تھا۔ یہودی ان مواقع پر مجاہدین پر پانی بند کر دیتے' اور ان کے خیمے جلا دیتے۔ بالآخر حضرت عمرؓ نے ان کو خیبر سے باہر نکال دیا جس سے شام کا راستہ محفوظ ہو گیا۔ دور فاروقی میں وہ دبک کر بیٹھے رہے لیکن اندر سے پیچ و تاب کھاتے رہے اور

ایسی سازشوں میں مصروف رہے جن سے مسلمانوں میں انتشار اور بے چینی پیدا ہوتا رہا۔

دور حاضر کے دو ممتاز عرب مصنفین محمد حسین ہیکل اور عباس محمود العقاد کا یہ متفقہ رائے ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کی شہادت کی سازش میں کعب الاحبار نامی یہودی نے اہم رول ادا کیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے حضرت عمرؓ کی وفات سے تین روز قبل ان کی شہادت کی پیشگوئی کر دی تھی۔ اتنے تیقن کے ساتھ پیشگوئی کرنا جو کہ پوری بھی ہو گئی، خالی از علت نہ تھا۔ انہوں نے کہنے کو تو اسلام قبول کر لیا تھا لیکن عہد رسالت میں نہیں۔ شاید حضرت ابوبکرؓ یا حضرت عمرؓ کے دور میں ایسا کیا ہو۔ کعب اسرائیلیات کے مستند ترین راوی مانے جاتے تھے۔ تاہم ان کے علم کی وسعت اور ثقاہت کے بارے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اسی بنا پر حضرت معاویہؓ نے جب وہ والی شام تھے انہیں اپنے دربار میں جگہ دی اور مشیر سلطنت کے عہدے پر بھی فائز کیا۔ جب حضرت عثمانؓ اور ان کے مخالفین کے درمیان کشمکش شروع ہوئی تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کی پرزور حمایت کی اور انہی کے عہد خلافت میں بہ مقام حمص وفات پائی۔

اسی طرح حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان نفاق پیدا کرنے والوں میں ایسے یہودیوں کے نام آتے ہیں جنہوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے اندر اپنی جگہ بنا لی اور مختلف لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر سازشوں کے تانے بانے ملاتے چلے گئے۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے بعد مسجد کوفہ کے اندر حضرت علیؓ بھی شہید ہو گئے۔ اس دور کی تاریخ میں عبداللہ بن سبا (جسے ابن السودا، ابن حرب اور ابن وہب بھی کہا جاتا ہے) کا کئی تخریبی کاموں اور سازشوں میں ملوث ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ یہ یمن کا یہودی تھا۔ حضرت علیؓ نے اسے جلاوطن کر کے ساباط (مدائن) بھیج دیا تھا۔ جہاں اس نے حضرت علیؓ کو خدا ماننے کا اعلان کر دیا۔ حضرت علیؓ کو اطلاع ملی تو آپؓ نے اسے گرفتار کرا کر زندہ جلوا دیا۔ (حوالہ کے لئے دیکھئے: الطبری، النوبختی، الملطی، الاشوی، البغدادی اور الشہرستانی)۔ اتنی کڑی سزا پانے سے قبل اس نے یہ لرزہ سرائی کی کہ یہ سزا، آپؓ کے خدا ہونے کا ایک اور "ثبوت" ہے کیونکہ آگ کا عذاب، خدا کی طرف سے ہی ہو

سکتا ہے۔ اس نے یہ عقیدہ بھی پھیلانے کی کوشش کی کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ عنقریب دوبارہ ظہور فرمائیں گے۔ حضرت علیؓ آپؐ کے حقیقی جانشین ہیں، حضرت عثمانؓ غاصب ہیں اور ان کے مقرر کردہ گورنر کافر ہیں" مرنے سے پہلے اس شخص نے اپنے بارے میں کہا۔۔۔۔ "میری روح آسمان کو چھو کر لوٹے گی اور بادلوں میں دوبارہ نظر آئے گی اور ان کی گرج میں سنائی دے گی۔ اور بجلیاں اس کا راستہ صاف کریں گی۔" عبداللہ بن سبا کو بعض مصنفوں نے شیعی مسلک کا بانی قرار دیا ہے مگر شیعی مصنفین کے نزدیک یہ بات صحیح نہیں ہے۔

مسلمانوں میں یہودیت کے اثرات کیسے پھیلے؟

یہودیوں کے مسلم معاشرے کے اندر نفوذ کی کئی وجوہ تھیں۔ ان میں سے ایک یہ تھی کہ اہل عرب بالعموم ناخواندہ تھے۔ ان کے مقابلے میں یہودیوں میں ویسے بھی تعلیم کا بہت چرچا تھا لیکن انفرادی طور پر بھی ان میں ایسے ایسے جلیل القدر علماء پائے جاتے تھے جن کی شہرت عرب کے باہر تک پہنچی ہوئی تھی۔ اس وجہ سے یہودیوں کا علمی رعب داب بہت زیادہ تھا۔ پھر ان کے علماء اور مشائخ نے اپنے مذہبی درباروں کی ظاہری شان جما کر اور اپنی جھاڑ پھونک گنڈے تعویذوں جادو ٹونوں، کالا علم، عملیات کی کاٹ پلٹ کے نام پر ایسے جال پھیلائے ہوئے تھے کہ عام سادہ لوگ ان سے بے حد مرعوب ہو چکے تھے۔ مدینہ کے آس پاس بڑے بڑے یہود قبائل آباد تھے، جن سے ان کا دن رات کا میل جول رہتا تھا۔ اس میل جول سے ان سے اسی طرح شدت کے ساتھ متاثر تھے جس طرح ایک ان پڑھ آبادی زیادہ تعلیم یافتہ، زیادہ متمدن اور زیادہ مذہبی تشخص رکھنے والے ہمسایوں سے متاثر ہوا کرتی ہے۔ ان حالات میں جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت پیش کی اور لوگوں کو اپنی طرف بلانا شروع کیا تو یہ قدرتی بات تھی کہ ان پڑھ عرب اہل کتاب یہودیوں کے پاس جا کر پوچھتے کہ یہ صاحب جو ہمارے اندر نبوت کا دعویٰ لے کر اٹھے ہیں ان کے متعلق اور ان کی تعلیم کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ یہودی علماء ایسے مواقع کو اپنے لئے غنیمت جانتے لیکن

بڑی ہوشیاری سے اپنی چال چلتے۔ ان کے لئے یہ کہنا تو مشکل تھا کہ حضرت محمدؐ جو توحید پیش کر رہے ہیں غلط ہے یا انبیاء اور کتب آسمانی اور ملائکہ اور آخرت کے بارے میں جو کچھ کہہ رہے ہیں اس میں کوئی غلطی ہے لیکن وہ صاف صاف اس حقیقت کا اعتراف کرنے کو بھی تیار نہ تھے کہ جو کچھ آپؐ پیش کر رہے ہیں وہ صحیح ہے۔ وہ نہ سچائی کی کھلی کھلی تردید کر سکتے تھے نہ سیدھی طرح اس سچائی کو مان لینے پر آمادہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے درمیانہ راستہ اختیار کیا کہ ہر سائل کے دل میں آپؐ کے خلاف، آپ کی جماعت کے خلاف اور آپ کے مشن کے خلاف کوئی نہ کوئی وسوسہ ڈال دیتے تھے۔ کوئی الزام آپؐ پر چسپاں کر دیتے یا کوئی ایسا شوشہ چھوڑ دیتے جس سے لوگ شکوک و شبہات میں پڑ جاتے۔ ان کا یہی رویہ تھا جس کی بنا پر سورۃ بقرہ میں فرمایا گیا:

"حق پر باطل کے پردے نہ ڈالو، نہ جھوٹے پروپیگنڈے اور پر شرارت شبہات و اعتراضات سے حق کو چھپانے کی کوشش کرو اور حق و باطل کو خلط ملط کر کے دنیا کو دھوکہ نہ دو"____ (آیت 42)۔

یہود کی مسلم دشمنی کا ایک اور سبب بھی تھا۔ انہوں نے اسلام کو ابتداءً ایک نئے مذہب کے طور پر سمجھا ہی نہیں۔ بلکہ وہ اسے اپنے انبیاء اور الہامی کتابوں کی روشنی میں اسی دین کی ایک کڑی سمجھتے رہے جسے حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسحاق اور حضرت اسماعیل علیہم السلام لے کر آئے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ قریش مکہ اور دیگر قبائل میں اس دین کی مقبولیت سے ان ہی کی فضیلت مزید اجاگر ہو گی اور وہ اپنے مذہب کی مرکزیت کی وجہ سے اس شاخ کو بالآخر اپنے زیر اثر لے آئیں گے۔ انہیں اس معاملے کو سمجھنے میں وہی ٹھوکر لگی جو عیسائیت کی ترویج کے وقت انہیں لگی تھی۔ چونکہ وہ اپنی ذاتی عظمت برقرار رکھنے کے لئے اپنے دین کو زیادہ نہیں پھیلانا چاہتے تھے اس لئے ان کی خواہش تھی کہ دوسرے درجے کے ایسے مذاہب فروغ پائیں جن میں انہیں مرکزیت حاصل ہو۔ اسی غلط فہمی کے تحت انہوں نے عیسائیت کو اپنا مخصوص

www.ahnafmedia.com

رنگ دے کر عام کرنا چاہا لیکن جب وہ ان کے ہاتھوں سے نکل کر قریہ قریہ پھیل چکی اور اسے رومن ایمپائر کی پشت پناہی بھی حاصل ہو گئی تو انہیں شدید دھچکا لگا اور ان کے خوابوں کا محل چکنا چور ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسلام کے بنیادی ارکان کی تبلیغ شروع کی تو وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اب انہیں دوسرے درجے کا مذہب اور قوم کی حیثیت ضرور حاصل ہو گی جو ان کے زیر سایہ چل کر کم از کم "یہودیہ" کو دوبارہ زیر کرنے کے لئے ان کا ساتھ دے گی۔ مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے سترہ ماہ تک چونکہ مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے ہی نماز ادا کرتے رہے تو یہود نے برملا یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ رسولؐ بالآخر ہمارا ہی دین اختیار کریں گے۔ اور ہماری ہی تقلید کر کے ہمیں تقویت پہنچائیں گے۔ لیکن جب تحویل قبلہ کی آیت نازل ہو گئی تو انہیں ایک بار پھر شدید دھچکا لگا کہ اسلام نے ان سے جدا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ اس پر انہوں نے یہ پروپیگنڈہ کرنا شروع کر دیا کہ آنحضرتؐ نے (نعوذ باللہ) تمام نبیوں کے قبلہ کو چھوڑ کر اللہ سے بغاوت کی ہے' کوئی سچا نبی اپنے پیشروؤں کے قبلہ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے گمراہ کن پروپیگنڈے کا یہ جواب دیا کہ---- یہ نیا قبلہ نہیں یہ تو ابراہیمؑ کے وقت سے مقرر ہے اور ابراہیمؑ یہود اور نصاریٰ' دونوں کے پیشوا ہیں۔ ان کا مقرر کیا ہوا قبلہ دونوں کے لئے باعث احترام ہے۔

مسلم حکومتیں اور یہود کا رویہ

یہود کو ان کی بداعمالیوں کے باعث سرزمین عرب سے خارج کرنا تو ناگزیر ہو چکا تھا مگر مسلمان ان سے اہل کتاب ہونے اور ذمی ہونے کی وجہ سے حسن سلوک ہی کا مظاہرہ کرتے رہے۔ چنانچہ جہاں جہاں تک اسلامی سلطنت پھیلتی چلی گئی وہ بھی آگے بڑھتے رہے۔ عربوں نے انہیں مصر' فلسطین' شام اور ایران کہیں سے بھی بے دخل نہ کیا۔ وہ بے خوف ہو کر کھیتی باڑی اور تجارت کرتے رہے۔ ان کے اسقف اعظم بابل' آرمینیا' ترکستان' ایران اور یمن میں اپنے اپنے علاقوں کے یہود کے لئے شہزادوں

www.ahnafmedia.com

کی سی حیثیت رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ ان اسلامی ممالک میں ان کے احترام میں مسلمانوں کا اٹھ کر سر جھکانا ایک معمول بن گیا تھا۔ اسقف اعظم کا عہدہ ایک ہی خاندان کے لئے مخصوص ہو کر رہ گیا۔ اس لئے اسے مذہبی وقار کے ساتھ سیاسی استحکام بھی حاصل تھا۔ حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت سے انہیں "عالی مرتبت" کے خطاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ طارق بن زیاد نے 710 عیسوی میں اندلس (سپین) فتح کیا تو وہاں یہود مسلمانوں کے زیر سایہ پلنے اور پھلنے پھولنے لگے۔ ہسپانیہ میں مسلمانوں کا زریں دور یہود کا بھی زرین دور تھا' ان کی مذہبی' سماجی اور اقتصادی سرگرمیوں پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہ تھی۔ ظہور اسلام سے پہلے کے ہسپانوی حکمرانوں نے ان کی شرارتوں اور مفسدہ پردازیوں کے باعث انہیں اس قدر کچل دیا تھا کہ انہیں ایک صدی تک سر اٹھانے کی جرات نہ ہو سکی۔ لیکن مسلمانوں نے ایک بار پھر انہیں باعزت زندگی گزارنے کا موقع دے دیا' انہیں اعلیٰ سرکاری مناصب سونپے اور افواج میں بھی بھرتی کیا۔ یہاں تک وزیراعظم کے عہدہ پر بھی فائز کر دیئے گئے۔ انہیں سفارتیں بھی دے دی گئیں۔ وہ تاجر بھی تھے' زمیندار بھی اور صنعت کار بھی۔ ان کی ہر شہر اور ہر آبادی میں جداگانہ بستیاں تھیں جن پر قلعے ہونے کا گمان ہوتا۔ انہیں اپنی بستیوں میں اپنے تمام معاملات میں آزادی و خود مختاری حاصل تھی' ان کی سود خوری سے بھی مسلم حکومتیں کوئی تعرض نہ کرتی تھیں۔ ان بستیوں میں ان کو اپنے مقدمات کے فیصلے خود کرنے' یہاں تک کہ اپنے مجرموں کو پھانسی دینے کا بھی اختیار حاصل تھا۔

ان تمام سہولتوں اور مراعات کے باوجود یہود کی سرشت نہ بدلی۔ اپنے معاملات کو مخفی رکھنے کے لئے انہوں نے ایک قانون نافذ کیا جس کے تحت ان رازوں کے افشا کی سزا' موت تھی۔ انہیں یورپ کے ہر شہر اور قصبے میں آمدورفت اور تجارتی روابط بڑھانے کی اجازت تھی لیکن وہ ان سہولتوں کو در پردہ اپنے آپ کو منظم کرنے کے لئے استعمال کرتے رہے حتیٰ کہ اندلس میں بیرونی تجارت مکمل طور پر ان کے قبضے میں آ گئی۔ انہیں بابل' بغداد' سکندریہ اور روم کے مذہبی مراکز کے ساتھ رشتہ استوار کرنے کا موقع بھی مل گیا۔ اور قرطبہ' غرناطہ' اشبیلیہ اور طنجہ وغیرہ میں ان کے مذہبی سکول

رائج ہو گئے جن میں مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ ادب، موسیقی، ریاضی، نجوم، طب اور فلسفہ بھی پڑھایا جاتا تھا۔ ان سہولتوں کے باعث ان میں بڑھتی ہوئی خود اعتمادی نے خود سری اور رعونت کی شکل اختیار کر لی۔ ہسپانیہ کے یہودی وزیراعظم یوسف بن نجرلہ نے جس کا باپ سموئیل حلیوی بھی یہاں کا وزیراعظم رہ چکا تھا تمام شاہی اختیارات اپنے ہاتھ میں لے لئے اور یہاں تک سرکشی کا مظاہرہ کیا کہ اس نے قرآن مجید کی بے حرمتی کر ڈالی۔ اس پر عربوں اور بربروں نے باہمی اختلافات ختم کر کے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ اس بغاوت کو چونکہ ساری مسلم آبادی کی بھرپور حمایت حاصل تھی اس لئے انہیں کامیابی نصیب ہوئی۔ انہوں نے وزیراعظم کو پھانسی پر لٹکایا اور غرناطہ کے چار ہزار یہودیوں کو تہہ تیغ کر دیا۔ ان کے گھر بار اور تمام کاروبار کو تہس نہس کر دیا۔

479 ہجری میں یوسف بن تاشفین نے الفانسو (Alfonso) کو شکست دینے کے بعد اندلس کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو ختم کر کے ایک مستحکم سلطنت قائم کر دی۔ انہی دنوں ایک عالم دین نے یہود کو یاد دلایا کہ ہجرت کے بعد تمہارے آباؤ اجداد نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا کہ ہم مزید پانچ سو سال تک مسیح کے نزول کا انتظار کریں گے، اگر وہ اس وقت تک نہ آئے تو ہم اسلام قبول کر لیں گے۔ اس حساب سے انہیں 1107 عیسوی میں مشرف بہ اسلام ہو جانا چاہئے تھا۔ چنانچہ اس تحقیق کی روشنی میں یوسف بن تاشفین ان سے مطالبہ کیا کہ تمام یہود ہسپانیہ فوراً مسلمان ہو جائیں۔ وہ نہ مانے اور جزیہ دے کر رہنا پسند کر لیا۔ مرابطین کے بعد ہسپانیہ پر موحدین برسر اقتدار آئے تو انہوں نے یہود اور نصاریٰ دونوں کو اختیار دیا کہ وہ مسلم ریاست میں آزادانہ اور دوسروں کے ساتھ مساوی سہولتوں کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں تو انہیں اسلام قبول کرنا ہو گا ورنہ ریاست سے نکل جائیں۔ بہت سے یہودیوں نے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا اور جو ایسا نہ کر سکے وہ عیسائیوں کے ساتھ شمالی سپین چلے گئے۔ اس طرح مسلم سپین یہودیوں کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ ہو گیا۔

شمالی سپین میں یہودیوں کو عیسائیوں کے مساوی حقوق ملے تو انہوں نے یہاں بھی اپنی ریشہ دوانیاں اور سازشیں شروع کر دیں۔ یہاں الفانسو کی حکومت تھی جس نے

یہودیوں کے خلاف سخت تادیبی کاروائی کی۔ اس وقت طلیطلہ میں بہتر ہزار یہودی آباد تھے' بارہویں صدی میں بارسلونا کی تجارت پر بھی یہود کا غلبہ تھا اور وہ ایک تہائی زمینوں پر قابض تھے۔ بارہویں اور تیرہویں صدی میں ان پر سرکاری ملازمتوں کے دروازے بھی کھل گئے' وزارتوں اور سفارتوں پر بھی فائز ہونے لگے۔ 1149 میں الفانسو ہفتم کے یہودی ایڈمنسٹریٹر نے طلیطلہ کے ایک یہودی فرقے "قراء" کو حکومت کی طاقت استعمال کر کے ملیا میٹ کر دیا۔ الفانسو دہم کا زمانہ آیا تو اس نے یہودیوں کو احترام دینے کے لئے ایک سخت قانون بنایا لیکن بعض مراعات ان سے چھیننے سے گریز کیا تاہم انہیں ہیکل کی تعمیر کے لئے مسلمانوں کی تین مسجدیں بھی بخش دیں۔ 1383ء میں پیڈرو سوم نے یہودیوں کو تمام سرکاری عہدوں سے ہٹا دیا۔ تمام یہود کو اپنے سینوں پر امتیازی نشانات آویزاں کرنے کا حکم دے دیا گیا تاکہ وہ عیسائیوں سے الگ شناخت ہو سکیں اس طرح سپین میں ان کے اقتدار کا مکمل خاتمہ ہو گیا۔ عیسائیوں نے فیصلہ کیا کہ وہ یہودی طبیبوں سے علاج نہیں کرائیں گے اور نہ ہی ان کی ملازمت قبول کریں گے۔

1494ء میں سپین میں مسلمانوں کے اقتدار کے خاتمے کے بعد فرڈیننڈ نے یہودیوں کے ساتھ زمانہ جنگ کے تمام وعدے وعید بھلا کر ایک حکم جاری کیا کہ یا تو تمام غیر عیسائی اپنے اپنے مذاہب ترک کر دیں یا ملک سے نکل جائیں۔ یہود نے مزاحمت شروع کی تو حکومت نے ان کو کچل کر رکھ دیا۔ بیشمار یہودی زندہ جلا دیئے گئے باقی ملک چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ یوں انہیں مسلمانوں سے غداری کرنے کا خوب مزا چکھنا پڑا۔

ہسپانیہ کے بعد یہود کا سب سے بڑا مرکز سرزمین مصر تھی یہاں 960ء میں مشرقی افریقہ کے عبیدیوں کی حکومت تھی۔ انہوں نے اپنا نسب نامہ چونکہ حضرت جعفر صادقؒ کے بڑے صاحبزادے سے جا ملایا تھا اس لئے وہ فاطمی کہلاتے تھے۔ بنو امیہ کے حکمرانوں کی طرح وہ بھی بڑے فراخ دل حکمران تھے۔ المعز کے بعد اس کے بیٹے العزیز کا دور آیا تو اس نے ایک یہودی یعقوب بن کلس کو بغداد سے بلا کر وزیر بنایا۔ اس نے اپنے آقا

کی خوشنودی کے لئے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا۔ اس کے باوجود بھی وہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا۔ بعدازاں العزیز نے ایک عیسائی کو وزیراعظم اور ایک یہودی کو اس کا نائب مقرر کر دیا۔ یروشلم کے عیسائی اسقف کی بہن سے شادی کر لی اس سے اس کا ایک بیٹا عبدالحکیم پیدا ہوا جو 996ء میں تخت نشین ہو گیا۔ عبدالحکیم عیسائی اسقف کا بھانجا ہونے کے باوجود عیسائیوں اور یہودیوں کی سازشوں کو برداشت نہ کر سکا۔ اس نے دونوں مذاہب کے پیروکاروں کو مار مار کر ملک سے نکال دیا۔ بعض یہود تو مسلمان ہو کر اپنے کاروبار سے چمٹے رہے لیکن زیادہ تر فرار ہو گئے۔ اس دور میں مصری یہود اتنے زیادہ خوشحال اور آزاد تھے اس کی مثال اس دور کے کسی دوسرے علاقے میں موجود نہ تھی۔

1168ء فاطمی خاندان کی حکومت کے خاتمے کے بعد سلطان صلاح الدین ایوبی برسر اقتدار آ گئے۔ ان کے دربار کا طبیب خاص موسیٰ میمونی' ایک یہودی تھا جو ہسپانیہ سے فرار ہو کر مصر میں پناہ گزین ہوا تھا۔ اس نے "مشناتورہ" کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں تلمود کی متضاد اور متناقض تحریروں کو منطقی شکل دی' اس طرح تاریخ میں پہلی مرتبہ یہودی مذہب منطقی دین کے طور پر سامنے آیا۔ اس کتاب کی نہایت اہم خصوصیت یہ تھی کہ اس میں یہ لکھا گیا تھا کہ "عیسیٰ اور محمدؐ انسانیت کو معراج پر پہنچانے کے لئے دنیا میں تشریف لائے تھے۔"

اس پر پوری یہودی دنیا میں ایک آگ لگ گئی۔ ہر جگہ اور ہر شہر میں اس کے خلاف احتجاج ہونے لگا۔ اس نظریہ کے مخالفین کے نزدیک میمونی نے ان کے قدیمی مذہبی عقائد پر حملہ کیا تھا چنانچہ انہوں نے داخلی عیسائیوں سے درخواست کی کہ اس کتاب کو سرعام نذر آتش کر دیا جائے۔ مصر میں بھی میمونیوں کو کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی۔ 13 ویں صدی میں جب ایوبی خاندان کے بعد مملوک بادشاہوں کا دور آیا تو انہوں نے یہود کو اپنی سلطنت سے خارج کر دیا' یوں مصر میں بھی زوال کا شکار ہو گئے۔

انتہائی شر انگیزی

صلیبی جنگوں کے دور میں یہودیوں نے ایک اور مکروہ سازش کی جو یہ تھی کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو روضہ مبارک سے نکال کر کہیں پہنچا دیا جائے' یا وہ کوئی اور ایسی حرکت کرنا چاہتے تھے جس سے مسلمانوں کے جذبات کو شدید ٹھیس پہنچ سکتی ہو۔

یہ نورالدین زنگی کا دور حکومت تھا' مسلمان فوج' جرمنی کے شہنشاہ کانرڈ کی 9 لاکھ افراد پر مشتمل فوج کے خلاف یروشلم میں نبرد آزما تھی کہ دو مسکین صورت باریش یہودی مدینہ منورہ کے نواح میں وارد ہوئے۔ ان کی وضع قطع دیکھ کر کسی کو شبہ تک نہیں ہو سکتا تھا کہ عبادت و ریاضت کے سوا بھی کوئی مقصد ہو سکتا ہے۔ دن بھر یہ لوگ اللہ اللہ کرتے رہتے اور راتوں کو اپنے حجرے میں سرنگ کھودتے رہتے تاآنکہ روضہ اطہر تک پہنچ سکیں۔ یہاں تک کہ ان کی سرنگ روضہ کے بالکل قریب جا پہنچی' ایک رات نورالدین زنگی کو خواب میں آنحضرتؐ نے اس کی اطلاع دی' وہ اگلے روز بہت پریشان رہا۔ دوسرا دن بھی پریشانی میں گزرا' تیسری رات اسے پھر یہی خواب آیا جس میں آنحضرت صلعم نے اس سے شدت کے ساتھ عمل کرنے کا تقاضا کیا۔ اس نے بیدار ہوتے ہی مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے شہر کا جائزہ لیا۔ لیکن ہر چیز کو معمول پر پایا۔ اب آنحضرتؐ نے خواب میں ان یہودیوں کی شکلیں بھی اسے ذہن نشین کرا دیں۔ دوسرے دن نورالدین زنگی نے مدینہ شہر کے باشندوں کی دعوت طعام کا انتظام کیا اور حکم دیا کہ کوئی شخص بھی دعوت میں شرکت کے بغیر نہ رہے۔

حکم کے مطابق لوگ آتے گئے اور کھاتے چلے گئے مگر ان میں وہ دو شیطان صفت یہودی نظر نہ آئے' اب یہ پھر بہت پریشان ہوا' وہ آتے بھی کیسے؟ انہیں تو اس کی اطلاع بھی نہ تھی۔ ایک کدال لے کر سرنگ میں اتر جاتا اور دوسرا پہرہ دیتا اور ساتھ عبادت میں مصروف رہتا تھا۔ نورالدین زنگی نے منتظمین دعوت سے استفسار کیا کہ کوئی شخص شرکت سے رہ تو نہیں گیا؟ ایک اہلکار نے کہا۔۔۔۔ آقا! پورا شہر آ تو گیا ہے' البتہ دو عابد و زاہد افراد شامل نہیں ہو سکے کیونکہ وہ ہر وقت عبادت و ریاضت میں مصروف رہتے ہیں۔ انہیں کوئی دعوت اپنے ذکر الٰہی سے نہیں روک سکتی۔ سلطان نے کہا۔۔۔۔ "سبحان اللہ کیا شان ہے ان کی' ہم خود ان کی زیارت کریں گے۔" چنانچہ

ملازمین کے سر پر کھانوں کے دستر خوان اٹھوائے سلطان ان کی طرف روانہ ہو گیا۔

پہریدار یہودی کو دور سے نظر آیا کہ ایک چھوٹا سا قافلہ ہماری کنیا کی طرف ہی بڑھا چلا آ رہا ہے' اس نے جلدی سے اپنے ساتھی کو اوپر بلا لیا' دیکھو اتنے لوگ ہماری جانب کیوں آ رہے ہیں' اتنے میں' سلطان ان کے سر پر جا پہنچا' شکلیں وہی تھیں جو خواب میں دکھائی گئی تھیں۔ دونوں کی مشکیں کسوا دی گئیں۔ لوگ سناٹے میں آ گئے لیکن جب ان کی کنیا کی تلاشی لی گئی تو بظاہر کچھ دکھائی نہ دیا۔ جب ان کا مصلیٰ اٹھا کر دیکھا گیا تو اس کے نیچے سرنگ کا دروازہ تھا۔ ان کے رنگ جو پہلے ہی فق تھے' اب مزید پیلے ہو گئے۔ اور اقرار جرم کے سوا کوئی راستہ نہ تھا۔ سلطان نے سیسہ پگھلوا کر ان کے حلق میں انڈیلنے کا حکم دیا۔ یوں وہ کیفر کردار کو پہنچے۔ آئندہ ایسی صورت حال کی پیش بندی کے لئے روضہ اقدس کے گرد سات دھاتوں کی دیوار تعمیر کرا دی جو آج تک ویسی کی ویسی ہے۔

ایسا خوفناک منصوبہ بنانے والوں کی ذہنیت کی پستی یہود کے سوا اور کسی کی ہو سکتی ہے اور وہ عالم اسلام کی نفرت کے بجا طور پر مستحق ہیں۔ ان کی اسی ذہنیت نے دنیا بھر میں انہیں ذلیل و رسوا کیا ہے۔ مسلمان ان سے جو نفرت کرتے ہیں وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں' خود نصاریٰ بھی جو تاریخ کے بعض مرحلوں میں ان کا ساتھ دیتے نظر آتے ہیں' ان سے نفرت کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اس کا کچھ ذکر پچھلے صفحات میں آ چکا ہے۔ اگلے ابواب میں بھی اس پر روشنی ڈالی جائے گی۔

www.ahnafmedia.com

پانچواں باب

یہودی، عیسائی اور مسلمان

مسلمانوں نے اہل کتاب کے ساتھ جس مروت اور فیاضی سے کام لیا تھا، دیگر مذاہب نے جواب میں ان سے ویسا سلوک نہیں کیا، بلکہ بے حد برا سلوک کیا۔ یہودیت اور عیسائیت آسمانی مذاہب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر انسانوں کے ساتھ اور ایک دوسرے کے ساتھ انہوں نے جو رویہ روا رکھا، وہ بے حد افسوسناک ہے۔

"صحرا نشینوں کی مختصر تاریخ" (A Short History of Saracens) کے مصنف جسٹس امیر علی لکھتے ہیں:

"صلیبی جنگیں تاریخ میں ایک خونی باب کا اضافہ کرتی ہیں۔ عیسائیت نے اسلام کے خلاف تین سو سال تک دھاوے پر دھاوا بولا، یہاں تک کہ بار بار کی ناکامیوں نے ان کے اعصاب کو سست کر دیا اور وہ توہم پرستی جو ان کو حملوں پر اکسا رہی تھی ماند پڑ گئی۔ یورپ جنگجو مردوں سے خالی ہو گیا اور دولت کے خزانے بھی ختم ہو گئے۔ اگر مکمل ہلاکت نہیں ہوئی تو کم از کم دیوالیہ پن نے ان کی جڑیں ہلا دیں۔ لاکھوں افراد براہ راست لڑائی کی نذر ہوئے اور اتنے ہی اس کے نتیجے میں بھوک پیاس اور بیماریوں میں مبتلا ہو کر مرے۔ صلیب کے علمبرداروں نے ہر وہ ظلم کیا جس کو انسانی تصور میں لایا جا سکتا ہے۔"

مسلمانوں نے اپنے دور اقتدار میں اہل کتاب کے لئے ہر شعبے اور ہر کاروبار میں

www.ahnafmedia.com

دروازے کھلے رکھے انہیں ہر مقام پر مسلمانوں کے برابر حقوق حاصل تھے۔ ساری دنیائے اسلام میں عیسائیوں کے گرجا اور مبلغ موجود رہے۔ حضرت عمرؓ نے فلسطین پر قبضے کے بعد کسی زائر پر کوئی پابندی عائد نہیں کی۔ اور واقعہ یہ ہے کہ اگر فلسطین پر مسلمانوں کا قبضہ نہ ہو جاتا تو یہودی اور عیسائی آپس میں کٹ کٹ کر مر جاتے۔

یروشلم میں عیسائی اسقف اعظم کے لئے مخصوص مقام متعین تھا۔ 969ء میں جب فلسطین فاطمیوں کے زیر اثر آیا تو عیسائیوں کو مزید سہولتیں حاصل ہو گئیں۔ فاطمی عیسائی تاجروں اور زائرین کی خاص طور پر سرپرستی کرتے تھے۔ لیکن یہود اور نصاریٰ دونوں کی نظر میں مسلمانوں کا وجود کھٹکتا تھا۔ عیسائی زائرین فلسطین میں مسلمانوں کی مروت اور مہمان نوازی کے ثمرات حاصل کر کے لوٹتے تو یورپ جا کر ان کے خلاف زہریلا پروپیگنڈہ کرتے اور یہ تاثر دیتے کہ مسلمان اپنی طبعی کمزوری کی وجہ سے عیسائیت اور یہودیت کی عظمت سے مرعوب ہونے کی بناء پر ہم سے ایسا سلوک کرتے ہیں۔

صلیبی جنگوں کے دور میں عیسائی جنگجوؤں کو جب لڑنے کے لئے مسلمان نہ ملے تو وہ یہودیوں سے جنگ چھیڑ دیتے۔ یہاں تک کہ کولون کے مقام پر ان کے ہاتھوں ہزاروں یہودی مارے گئے اور ان کی جائدادیں لوٹ لی گئیں۔ دریائے رائن اور دریائے موسلے کے کنارے کنارے چلتے ہوئے جہاں کہیں بھی یہودی ان کے سامنے آئے ہلاک کر دیئے گئے تاہم یہ گروہ ممبرگ میں ہنگری کی فوج کے ہتھے چڑھا اور اس نے انہیں تہہ تیغ کر دیا۔

مسیحی مبلغ صلیبی جنگوں کے لئے لوگوں کو بھرتی کرنے کے سلسلے میں جب نار منڈی پہنچے تو ان پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی گئی۔ ہم عیسیٰؑ کی خالی قبر کی خاطر اتنی دور لڑنے کے لئے کیوں جائیں جبکہ خود عیسیٰؑ کے قاتل ہمارے ہاں آرام و عیش کی زندگی گزار رہے ہیں۔ چنانچہ روئین کے مقام پر یہودیوں کا قتل عام کیا گیا اور یہ کام اتنی سنگدلی اور بے رحمی سے کیا گیا کہ یورپ کی تاریخ میں صدیوں تک اس کی

www.ahnafmedia.com

بازگشت سنائی دیتی رہی۔ وہ یہودی جنہوں نے جلدی جلدی بپتسمہ لے لیا بچ گئے لیکن اپنا مذہب ترک کر کے بھی اپنی جائیدادوں اور خواتین کی عصمتوں کو صلیب برداروں کی ہوس سے نہ بچا سکے۔

شمالی فرانس اور رائن لینڈ میں بھی یہودیوں کا قتل عام کیا گیا۔ ٹریولیس، ووزمز، مینز، کولون اور متعدد دیگر مقامات پر جہاں دولتمند یہودی اپنی چھاؤنیاں بنائے بیٹھے تھے ہلاک کر دیئے گئے۔ ان کی بستیوں کو تباہ و برباد کر دیا گیا۔ خونخوار درندوں کا یہ ہجوم یہودیوں کو اتنی بے دردی سے مارتا کہ وہ ان کے ہتھے چڑھنے کی بجائے خودکشی کرنا زیادہ بہتر سمجھنے لگے۔ اس دور کی وحشت و بربریت 70ء میں یروشلم کی جلاوطنی کے بعد یہود کے لئے سب سے زیادہ اذیت ناک ثابت ہوئی۔ 1096ء کی پہلی صلیبی جنگ کے بعد 1147ء میں یہود دوسری مرتبہ اس ظلم و زیادتی کا شکار ہوئے چنانچہ کلنی کلیساء کے سربراہ مقدس پطرس نے شہنشاہ فرانس لوئی ہفتم (Louis - VII) کو اپنے ایک خط میں لکھا:

"میں نہیں چاہتا کہ آپ ان ذلیل لوگوں کو بالکل ہی ختم کر دیں۔ خدا انہیں ملیا میٹ نہیں کرنا چاہتا۔ لیکن برادر کش قابیل کی طرح انہیں اذیتیں دے دے کر ان کا جینا اور مرنا یکساں کر دیا جانا چاہئے۔ انہیں مزید ذلیل کرنے کے لئے زندہ رکھا جانا چاہئے۔ تاکہ ان کی زندگی ان کی موت سے بھی بدتر ہو۔"

لوئی کے حکم پر فرانس میں امیر یہودیوں پر ظالمانہ ٹیکس عائد کر دیئے گئے اور جرمنی میں ان کی جائدادیں ضبط کر لی گئیں۔ ایک فرانسیسی راہب روڈالف نے جرمنی پہنچ کر یہود کے قتل عام کی تبلیغ شروع کر دی چنانچہ جو یہودی بھی عیسائیوں کے ہتھے چڑھا اسے صلیب پر لٹکا دیا گیا۔ مینز کے آرچ بشپ نے بعض یہودیوں کو پناہ دینے کی سفارش کی تو مشتعل ہجوم نے اس کے دیکھتے دیکھتے ان یہودیوں کی تکا بوٹی کر دی۔ بعض عیسائی لیڈروں نے اس پر افسوس کا اظہار بھی کیا۔ اس واقعہ کے چند روز بعد

www.ahnafmedia.com

ایک عیسائی قتل ہو گیا' اس پر یہودیوں کو ایک بار پھر غیظ و غضب کا نشانہ بننا پڑا۔ متعدد یہودیوں کو تہہ تیغ کر دیا گیا۔

پھر یہود کی ہلاکتوں کا مرکز جرمنی سے فرانس میں منتقل ہو گیا۔ کارینتن' زمبرو اور سسلی کے یہودیوں کے قتل کا سلسلہ بھی چل نکلا۔ بوہیمیا میں ڈیڑھ سو یہودیوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ 1235ء میں باون کے مقام پر ایک عیسائی قتل ہوا تو اس پر یہودیوں کا قتل عام شروع ہو گیا' جو بھی سامنے آیا ذبح کر دیا گیا۔ 1243ء میں برلن کے قریب فرینز کے مقام پر تمام یہودیوں کو زندہ جلا دیا گیا۔ 1283ء میں مینز میں دس یہودی قتل کر دیئے گئے۔ 1285ء میں میونخ کے 80 یہودیوں کو ایک کنیسا کے اندر زندہ جلا دیا گیا۔ اس سے اگلے سال ایرویزل میں ایک عیسائی کے قتل پر چالیس یہودی قتل کر دیئے گئے۔ 1298ء میں "مقدس روٹی" کو جلانے کے الزام میں رائنگن کے تمام یہودیوں کو قتل کر دیا گیا۔

ایک متعصب جرمن لارڈ نے یہودیوں کو صفحہ ہستی سے نابود کرنے کے لئے ایک فوجی جماعت تشکیل دی جس نے کسی یہودی کو زندہ نہ چھوڑنے کا حلف اٹھایا۔ اس جماعت نے درز برگ کے تمام یہودیوں کو ہلاک کر دیا جبکہ نیورنبرگ کے 698 یہودیوں کو قتل کیا گیا۔ یہ سلسلہ اتنی تیزی سے پھیلا کہ اگلے چھ مہینوں میں یہودیوں کے 140 مذہبی گروہوں کو قتل کر دیا گیا۔ ظلم و زیادتی کے ان واقعات کے بعد یہود نے جرمنی چھوڑ دینے کا پروگرام بنا لیا۔ 1286ء میں مینز' ورمز سپئیر اور دیگر جرمن قصبوں کے سینکڑوں یہودیوں نے فلسطین پہنچ کر اسلام کے پرچم تلے پناہ لے لی۔

برطانیہ کے یہودیوں کو زمینیں حاصل کرنے اور ان پر کاشت کرنے کی اجازت نہ تھی' اس لئے انہوں نے سودی کاروبار اور تجارت کو اپنایا۔ جس کی وجہ سے وہ بہت جلد دولتمند ہو جایا کرتے تھے۔ اس لئے مقامی لوگ ان سے نفرت کرتے تھے۔ دولتمند طبقہ ان سے بالعموم سودی قرضہ لے کر صلیبی جنگوں میں حصہ لینے کا اہتمام کرتے پھر ان قرضوں کو ادا کرنا ان کے کاشتکاروں کے ذمہ ہوتا۔

www.ahnafmedia.com

1144ء میں لندن میں ایک عیسائی نوجوان مارا گیا' الزام یہودیوں پر لگا' چنانچہ شہر بھر کے یہودی محلے لوٹ لئے گئے۔ اور تمام گھروں کو نذر آتش کر دیا گیا۔ ہنری دوم اور سوم نے اپنے دور حکومت میں انہیں پناہ دی اور عوام کے غضب سے انہیں بچانے کی کوشش کرتے رہے لیکن اس کے عوض ان سے ساڑھے چار لاکھ پونڈ وصول کئے۔ رچرڈ اول کی تخت نشینی کے موقع پر بعض مقروض امراء نے ان پر چڑھائی کر دی اور ان کا قتل عام کیا۔ جس میں 350 یہودی مارے گئے اور ڈیڑھ سو یہود نے از خود موت کو گلے لگا لیا تاکہ ان کے ہتھے نہ چڑھیں۔ 1211ء میں تین سو ربی انگلینڈ چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور بھاگ کر فلسطین میں پناہ لے لی۔

سات برس بعد حالات اتنے خراب ہو گئے مقامی عیسائیوں کے مطالبے پر ہنری سوم نے یہودیوں کو تخصیصی علامت استعمال کرنے کا حکم دیا تاکہ انہیں آسانی سے شناخت کیا جا سکے۔ اس شناخت نے ان کے لئے مزید مسئلہ پیدا کر دیا' لوگ انہیں پہچانتے ہی مارنے کو دوڑنے لگتے۔ چنانچہ انہیں اس ملک سے فرار ہونا پڑا۔ 1255ء میں افواہ اڑی کہ چند یہودیوں نے ایک عیسائی بچے کو اذیتیں دے دے کر مار دیا ہے مسیح مسیحی نوجوانوں نے یہ دیکھے بغیر کہ واقعہ ہوا بھی ہے یا نہیں' ایک ربی سے اس کا انتقام یوں لیا کہ اسے گھوڑے کی دم کے ساتھ باندھ کر گلیوں میں گھسیٹا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ بہت سے دوسرے یہودی بھی اسی افواہ کی وجہ سے مار دیئے گئے۔ 1257ء اور 1267ء کی خانہ جنگیوں میں سات شہروں لندن' کنٹربری' نار تھمپٹن' ونچسٹر' ورسسٹر' لنکن اور کیمبرج کے یہودی خاندانوں کا کلیتاً" خاتمہ کر دیا گیا۔ جو یہودی ہلاک ہونے سے بچ گئے ان کے گھر لوٹ لئے گئے اور انہیں پائی پائی کے محتاج کر دیا گیا۔ اب بادشاہ کو بھی ان سے قرضے لینے کی ضرورت نہ رہی۔ ایڈورڈ اول نے 1290ء میں 16 ہزار یہود کو حکم دیا کہ وہ اپنا مال و متاع اور قرضوں کو چھوڑ کر نکل جائیں۔ نکلتے ہوئے شدید بھگدڑ مچ گئی۔ یہ لوگ چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں انگلش چینل کے راستے روانہ ہوئے۔ ان میں سے بہت سی کشتیاں ڈوب گئیں۔ اور جو لوگ فرانس کے ساحل پر پہنچ گئے

www.ahnafmedia.com

انہیں اگلے سال ملک خالی کرنے پر مجبور کر دیا گیا۔

فرانس میں بھی ان کے حالات خراب ہی رہے۔ یورپ بھر میں چلنے والی مخالفانہ ہوا یہاں کیسے نہ پہنچتی۔ لوگ ان کی جانوں کے درپے تھے۔ 1171ء میں بلائس کے مقام پر بیشمار یہودی مار دیئے گئے۔ 1180ء میں شاہ فلپ نے تمام یہودیوں کو جیل میں ڈال دیا' پھر بھاری رقوم لے کر رہا کیا اور ایک سال بعد ملک سے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ ان کی جائیدادیں اور مال و متاع ضبط کر لیا گیا اور ان کے کنیسا چرچ (کلیسا) کے حوالے کر دیئے گئے جو لوگ بادشاہ کے حکم پر ملک سے نکل جانے کی بجائے ادھر چھپ گئے تھے پتہ چلنے پر انہیں پکڑ لیا گیا ان میں سے 81 افراد کو اورینج کے مقام پر قتل کر دیا گیا۔ 1198ء میں یہودیوں کو دوبارہ فرانس میں داخل ہونے کی اجازت ملی۔ لیکن اس کے لئے شرط یہ رکھی گئی ان کے کاروبار کے منافع میں بادشاہ کا تین چوتھائی حصہ ہو گا۔ 1236ء میں صلیبی جنگجوؤں نے انجو اور بائیٹو کے یہودیوں سے مطالبہ کیا کہ وہ عیسائیت اختیار کر لیں۔ انکار کرنے پر تین ہزار یہود کو گھوڑوں کے سموں تلے کچل دیا گیا۔ اس موقع پر ایک پادری نے اعلان کیا کہ "یہودیوں سے مذہبی بات کرنا ممنوع اور حرام ہے اور اگر کوئی یہودی عیسائیوں کے خلاف ایک لفظ بھی منہ سے نکالے تو سننے والے کا مذہبی فرض بنتا ہے کہ وہ اپنی تلوار اس کے پیٹ میں وہاں تک گھونپ دے جہاں تک وہ پہنچ سکتی ہو۔"

1254ء میں یہودیوں کو پھر ایک مرتبہ فرانس سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔ اور ان کا تمام مال و اسباب بحق سرکار ضبط کر لیا گیا۔ چند سال بعد انہیں واپس آنے کی اجازت ملی جو نیک چلنی اختیار کرنے اور شرح سود ظالمانہ مقرر نہ کرنے کی ضمانت دینے پر دی گئی تھی۔

ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ حکومت کو ان کے خلاف ضمانت کی پابندی نہ کرنے کے الزامات عائد ہونے لگے۔ وہ اپنے کنیساؤں کی تعمیر میں مصروف تھے کہ سب کو گرفتار کر لیا گیا۔ تن کے کپڑوں اور ایک دن کی خوراک کے سوا' انہیں سب کچھ یہیں

www.ahnafmedia.com

چھوڑ کر نکل جانے کا حکم مل گیا۔ اس ہلے میں ایک لاکھ یہودی فرانس بدر ہوئے۔ اس اقدام سے اتنی دولت اکٹھی ہو گئی کہ بادشاہ نے خوش ہو کر ایک کنیسا اپنے سائیس کو بخش دیا۔

1321ء میں سپین کے ایک شہر بانیسو میں جذام (کوڑھ) کے ایک مریض کو ایک "خفیہ" بنڈل دریا برد کرتے ہوئے پکڑ لیا گیا۔ کھول کر دیکھا گیا تو اس میں سے عبرانی زبان میں لکھا ہوا ایک خط برآمد ہوا۔ اسے پڑھوانے کے لئے دو ایسے افراد کو طلب کیا گیا جو یہودیت سے تائب ہو چکے تھے۔ انہوں نے خط کو پڑھ کر انہیں بتایا کہ اس میں عیسائی قوم کو ختم کرنے کے لئے ایک سازش درج ہے۔ یہ غرناطہ کے بادشاہ نے تیار کی ہے جس میں یہود کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ "عیسائی دنیا کے تمام کنوؤں میں زہر پھینکوا دیں اور یہ کام لاعلاج مریضوں اور بالخصوص جذامیوں کے ذریعہ مکمل کرایا جائے۔ کیونکہ لاعلاج مریض، ہر قسم کا خطرہ مول لینے کے لئے تیار ملتا ہے۔"

یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ لوگ گھروں سے باہر نکل آئے اور یہودیوں کو چن چن کر مارنا اور تڑپا تڑپا کر ہلاک کرنا شروع کر دیا۔ یہود پر اسی قسم کی دوسری مصیبت 1348ء میں اس وقت آ پڑی جب سارے یورپ میں طاعون پھیل گئی۔ لوگ دھڑا دھڑ مرنے لگے۔ یہاں تک کہ ایک چوتھائی آبادی چند دن میں ختم ہو گئی۔ اس کی ذمہ داری بھی یہود کے کھاتے میں پڑ گئی کیونکہ وہ عام عیسائیوں کی بہ نسبت صاف ستھرے رہتے تھے، اس لئے ان میں شرح اموات کم تھی۔ اس سے عوام میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ یہ "پراسرار بیماری" اس لئے آئی ہے کہ یہودیوں نے کنوؤں میں زہر ملا دیا ہے۔ چنانچہ جو یہودی طاعون سے بچ نکلے تھے وہ اس عوامی انتقام کا نشانہ بن گئے۔ یورپ بھر میں لاکھوں یہودی زندہ جلا دیئے گئے۔ تاتاریوں اور عثمانیوں نے جب یورپ پر حملے شروع کئے تو اس کے لئے بھی یہودی ذمہ دار قرار پائے کیونکہ عیسائی عوام کا خیال تھا کہ ان حملوں کی دعوت یہودیوں نے دی ہے جو اپنی قدیم رنجشوں کا انتقام لینا چاہتے ہیں۔

www.ahnafmedia.com

اوہام بھی یہود کے لئے مصائب کا نیا دروازہ بن گئے۔ اگر راہ چلتے کسی کے سامنے سے کوئی یہودی مل جاتا یا اس کے بعد اسے کوئی نقصان پہنچ جاتا تو وہ اسے یہودی نحوست یا اس کے "کالے علم" کے اثر سے تعبیر کرتا۔ اس کے نتیجے میں بے شمار یہودی زندہ جلا دیئے گئے۔

پرتگال، فرانس اور انگلستان سے نکالے ہوئے یہودی 16 ویں صدی میں جرمنی میں پناہ لینے کے لئے پہنچنا شروع ہوئے تو یہاں بھی انہیں شدید مزاحمت اور عداوی نفرت کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ عیسائی عوام کے دلوں میں ان کے لئے نفرت کے سوا کچھ نہ تھا۔ انہیں کسی شہر میں سکون سے نہ رہنے دیا جاتا، ایک شہر سے دوسرے اور پھر تیسرے شہر میں دھکیل دیئے جاتے۔ کولون، فرینکفرٹ، آگز برگ اور نیورنبرگ میں ان کی کالونیاں تنگ و تاریک مکانوں پر مشتمل ہوتی تھیں۔ وہ شہروں میں اپنے مضحکہ خیز لباس اور لمبی لمبی ٹوپیوں کی وجہ سے پہچانے جاتے۔ بچے انہیں دیکھتے ہی پتھراؤ کرنا شروع کر دیتے۔ جرمنی میں چونکہ داڑھی شرافت اور عالی نسبی کی علامت تھی اس لئے انہیں داڑھی رکھنے کی اجازت نہ تھی۔ ایسا کرنے کی جسارت، عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش قرار دیا جاتا۔

یہودیوں کو گرجوں کے قریب سے بھی گزرنے کی اجازت نہ تھی۔ ان کے لئے عیسائی بچوں سے بات کرنے کی بھی ممانعت تھی تاکہ یہ ننھے ذہنوں میں اپنے مذہبی تعصبات داخل نہ کر دیں۔ سب سے بڑا عذاب یہ تھا کہ وہ شہر کے وسط میں چھوٹے چھوٹے رقبوں میں رہنے پر مجبور تھے۔ ان کے گھر کبوتروں کے ڈربوں جیسے تھے جن میں سورج کی کرنیں اور ہوا بمشکل پہنچ پاتیں۔ یہ ڈربے کئی منزلہ ہوتے، نچلی منزل والوں کو آسمان نظر آتا اور نہ موسم کا اندازہ ہو سکتا۔ ان کے بچے کھیلنے کو ترستے رہتے۔ ان کے خلاف نفرت پھیلانے کے لئے ایک طریقہ یہ اپنایا گیا کہ ہر گرجا کے باہر ایک ننھے بچے کی تصویر چسپاں کر دی جاتی جو اس بات کی علامت تھی کہ یہودی ایسی معصوم جانوں کو قتل کر دیتے ہیں۔ اگر کہیں کوئی بچہ ہلاک ہو جاتا تو سارا شہر یہودی

www.ahnafmedia.com

آبادیوں پر ٹوٹ پڑتا۔ اور کالونیوں کی کالونیاں جلا کر خاکستر کر دی جاتیں۔

پورے جرمنی میں کہیں بھی یہودیوں کو عیسائیوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کی اجازت نہ تھی۔ نہ وہ کھیتوں میں کام کر سکتے اور نہ کارخانوں میں مزدور کے طور پر انہیں برداشت کیا جاتا۔ وہ صرف سود پر قرضے دے سکتے تھے اس کے لئے بھی انہیں اپنے علاقے سے باہر جانے کی اجازت نہ تھی۔ چونکہ ساہوکاری ان کا واحد ذریعہ آمدن تھا اس لئے شرح سود زیادہ ہوتی تھی۔ اسی لئے انہیں ضرورت مندوں کا "خون چوسنے والے" قرار دیا جاتا' اس طرح ان کے خلاف نفرت میں مزید اضافہ ہوتا چلا جاتا۔ شہر کے تقریباً ہر طبقہ ان سے قرضے حاصل کرتا۔ کاروبار میں لگانے کے لئے بھی انہی سے رقم لی جاتیں' کاروبار فیل ہو جاتا اور رقم کی واپسی مشکل ہو جاتی یا کسی اور وجہ سے لوگ سود مع اصل زر واپس کرنے میں ناکام رہتے تو ان کی بستیوں پر ہلہ بول دیا جاتا۔ بعض یہودی ہلاک کر دیئے جاتے۔

اے بسا آرزوئے کہ خاک شدہ

یہود کے لئے تیرہویں صدی کے یورپ میں محفوظ اور باعزت زندگی کے لئے صرف ایک ہی صورت دکھائی دیتی تھی کہ پاپائی نظام کی اصلاح کی جائے اور کلیسا کو بے جا نفرتیں پیدا کرنے اور انہیں ہوا دینے سے روکا جائے۔ مارٹن لوتھر نے پروٹسٹنٹ تحریک شروع کی جس میں پادریوں کی بے اعتدالیوں کو لگام دینے اور کلیسا کی اصلاح کے لئے بے شمار مواد سامنے لایا گیا۔ کالوین (Calvin) اور ناکس (Knox) کی تحریروں نے بھی عام عیسائیوں کو جھنجھوڑا کہ وہ پوپ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ صدیوں سے تنگ آئے ہوئے عوام نے اس تحریک کا بھرپور ساتھ دیا۔ یہود کا خیال تھا کہ ہمارے خلاف نفرت کے جذبات کا اصل منبع چونکہ پاپائیت ہے' اس کا زور ٹوٹنے سے شاید ہمارے لئے بھی امن کا کوئی گوشہ پیدا ہو جائے گا مگر ان کا خیال خواب ہی رہا۔ وقتی طور پر یہودیوں نے پروٹسٹنوں کو خفیہ طور پر بھاری چندے دیئے لیکن ان پر جلد

www.ahnafmedia.com

منکشف ہو گیا کہ اس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکے گا۔ پوپ کو ان خفیہ چندوں کی سن گن ہوئی تو یہود کے خلاف اس کی نفرت میں مزید شدت پیدا ہو گئی۔ ادھر خفیہ چندوں کی اچانک بندش سے پروٹسٹنٹ ازم کے علمبرداروں کو بھی غصہ آ گیا' انہوں نے یہودیوں کو بھی بہت سی معاشرتی اور معاشی خرابیوں کے ذمہ دار قرار دے کر ان کے خلاف پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔

مارٹن لوتھر نے شروع میں یہودیوں کے حق میں جو پمفلٹ لکھا' دلچسپ بھی تھا اور عبرت انگیز بھی۔ یہ 1517ء میں تحریر کیا گیا تھا۔ اس میں وہ لکھتا ہے:

"ہمارے پادریوں' بشپوں' راہبوں اور عیسائی عوام نے یہود کے خلاف احمقانہ اور غیر انسانی رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ جسے دیکھ کر کوئی شخص یہودی مذہب تو اختیار کر سکتا ہے لیکن عیسائیت کو قبول نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر میں یہودی ہوتا اور دیکھتا کہ کیسے کیسے احمق اور ذلیل لوگ عیسائی دنیا پر حکمراں بنے ہوئے ہیں تو میں عیسائی بننے کی بجائے سؤر بننا گوارا کر لیتا۔ ان لوگوں نے یہود کے ساتھ کتوں سے بھی بدتر سلوک کیا ہے حالانکہ یہود ہمارے مسیح کے عزیز و اقارب بھی ہیں اور خون کے رشتے سے ہمارے بھائی بھی ہوتے ہیں۔ اگر ہم قومیت اور حسب و نسب کی خوبیوں پر فخر کرتے ہیں تو پھر یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح ہماری نسبت ان سے قریب تر ہیں۔ خدا نے کسی قوم کو ماسوائے مسیح کے پیغام کا اہل نہیں ٹھہرایا۔ اس لئے میں اپنے بھائیوں سے مطالبہ کرتا ہوں کہ وہ ان لوگوں سے رواداری برتیں۔ جب تک ہم ان پر مظالم ڈھاتے رہیں گے' ان پر جھوٹے بہتان باندھتے رہیں گے' جب تک انہیں تجارت اور کام کاج سے محروم رکھیں گے' معاشرتی تعلقات منقطع رکھیں گے' انہیں سودی کاروبار

کرنے پر ہی مجبور رکھیں گے ہم ان کے دل نہیں جیت سکیں گے۔ اور نہ ہی انہیں بہتر شہری بنا سکیں گے۔ اگر ہم ان کی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہمارا فرض ہے کہ ہم مسیحی محبت سے کام لیں اور پوپ کے قوانین کے بنائے ہوئے قوانین سے منہ موڑ لیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم یہود کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائیں' انہیں کاروبار مہیا کریں' ان سے دوستانہ فضا میں ملیں تاکہ یہ ہمارے بن جائیں اور ہمارے ساتھ آگے بڑھیں۔"

جب لوتھر بوجوہ' یہودیوں کا مخالف ہو گیا تو اس نے ان کو---- "کنوؤں میں زہر ڈالنے والے" "عیسائی بچوں کے قاتل"____ "طاعون پھیلانے والے" اور "گائے جادو سے کام نکالنے والے" وغیرہ قسم کے خطابات دیئے۔ اب کے اس نے جو پمفلٹ لکھا وہ یہ تھا:

"یہودی بنکار عیسائی عوام کا خون چوستے ہیں۔ یہودی ڈاکٹر عیسائی مریضوں کو جان بوجھ کر ہلاک کر دیتے ہیں۔ ان کے کنیساؤں کو تباہ کرنا عیسائیوں کا مذہبی فریضہ ہے کیونکہ ابتدائی دور میں مسیحیوں کو انہی کنیساؤں کے اندر لے جا کر ذلیل کیا گیا تھا۔ لہٰذا وہ جہاں کہیں بھی پایا جائے اسے جلا کر راکھ کر دیا جائے۔ یہود کے گھروں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے اور انہیں کھلے آسمان تلے خانہ بدوشوں کی طرح رہنے پر مجبور کر دیا جائے۔ اور اگر یہود نے تین خداؤں (تثلیث) کے وجود کو تسلیم نہ کیا تو میں ان کی زبان کھینچ کر باہر نکال دوں گا۔ میں ہر خدا ترس عیسائی سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ انہیں ہانک کر اپنے وطن سے باہر نکال دے تاکہ ہماری ارض مقدس ان کے وجود سے پاک ہو جائے۔"

لوتھر کے یہ الفاظ یورپ میں صدیوں گونجتے رہے اور ان پر خدا کا قہر بن کر ٹوٹتے

www.ahnafmedia.com

رہے۔ پروٹسٹنٹ تحریک کے لیڈروں نے شروع کے دنوں میں ان کی جو حمایت کی تھی ممکن ہے ان سے فنڈز ہتھیانے کے لئے ہی کی ہو اور یہودیوں نے اس "حمایت" کو سطحی ہمدردی سے تعبیر کر کے اپنا ہاتھ کھینچ لیا ہو' اس کے پیچھے ان کے وہ تلخ تجربات کار فرما تھے جو تاریخ کے مختلف ادوار میں انہیں پیش آتے رہے۔

کسی قوم کے خلاف نفرت کی مہم ایک بار شروع ہو جائے تو اس میں کئی دوسرے عوامل بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ اس میں افواہیں اور جھوٹ سچ سب کچھ ملا دیا جاتا ہے۔ یہود کے بارے میں ایک بات یہ مشہور ہو گئی کہ وہ عیسائی بچوں کو قتل کر کے اپنی مذہبی رسومات کی بھینٹ چڑھاتے ہیں۔ اس افسانے یا حقیقت نے ان کے خلاف نفرت میں مزید شدت پیدا کر دی۔ اس نفرت نے عورتوں کو خاص طور پر متاثر کیا کیونکہ بچوں کے ساتھ ماؤں بہنوں اور بیٹیوں کو بے حد محبت ہوتی ہے۔ اس طرح یہودیوں کے خلاف نفرت و حقارت کے جذبات زیادہ گہرے ہوتے چلے گئے۔ صلیبی جنگوں کے دوران مسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کے جنون کا رخ' کسی وقت بھی یہودیوں کی طرف منتقل ہو جایا کرتا تھا' جیسا کہ پچھلے صفحات میں آ چکا ہے کہ عیسائی جنگجو لڑائی لڑتے لڑتے اچانک یہودیوں پر ٹوٹ پڑتے کہ یہ مسیحا کے قاتل ہیں۔

ان حالات سے گھبرا کر جو یہودی عیسائیت قبول کر لیتے انہیں ہمیشہ شک کی نظر سے دیکھا جاتا' کیونکہ یہ روایت بھی مشہور تھی کہ یہودی کبھی اپنا مذہب نہیں بدلتا اگر بدلتا ہے تو سچے دل سے تائب نہیں ہوتا۔ موقع پا کر پھر واپس چلا جاتا ہے۔ سپین کی تحقیقاتی عدالتوں (Inquisitions) میں ان "نئے عیسائیوں" پر مقدمے چلائے جاتے جہاں انہیں یہ ثابت کرنا پڑتا تھا کہ وہ سچے دل سے عیسائی بنے ہیں اور یہودیت سے اپنی نفرت کی حقیقی وجوہ بتانا بھی ضروری تھا۔ بعض مقامات پر انہیں زندہ آگ میں ڈال کر دیکھا جاتا کہ ان کا دل عیسائی ہو چکا ہے یا نہیں؟ کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ آگ حقیقی عیسائی پر اثر نہیں کرتی۔ اگرچہ اس مفروضے کی کسوٹی پر پوپ سمیت کوئی بھی عیسائی پورا نہیں اتر سکتا۔ تاہم اس قوم کے ماضی کے کرتوت' اس کے حال اور مستقبل

www.ahnafmedia.com

پر صدیوں بری طرح اثر انداز ہوتے رہے۔ عیسائی ہر واقعے یا حادثے کا تعلق کسی نہ کسی طریقے سے یہودیوں کے ساتھ جوڑ دیتے اور ان سے بھرپور انتقام لیتے۔ ضرورت پڑنے پر ان سے قرضہ بھی لے لیتے' لیکن وہ جب وصولی کے لئے آتے تو ان کی درگت بنا دی جاتی۔

اس ضمن میں چودھویں صدی کے وسط کا ایک واقعہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ فرانس اور برطانیہ کے مابین ایک جنگ ہوئی۔ برطانیہ نے فرانس کے بادشاہ جان دوم (John - II) کو گرفتار کر لیا' اور رہائی کے لئے تاوان جنگ کی ادائیگی کی شرط لگا دی۔ تاوان کی رقم بہت زیادہ تھی چنانچہ فرانس کو یہودیوں سے قرض لینا پڑا۔ اس قرضے پر شرح سود دوگنا سے بھی زیادہ رکھی گئی اور اس کے ساتھ یہودیوں کے لئے بیس سالہ قیام کا اجازت نامہ بھی مانگا گیا۔ اہل فرانس نے اس پر شدید احتجاج کیا۔ جگہ جگہ ہنگامے بھی ہوئے۔ جان دوم 1364 میں لندن ہی میں وفات پا گئے لیکن حکومت فرانس نے یہود کو تیس برس تک عوام سے سود لینے کی کھلی اجازت دیئے رکھی۔ بعدازاں انہیں ملک بدر کر دیا گیا۔ زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ یہودی حکمرانوں کو بھاری رشوتیں دے کر دوبارہ فرانس میں آ گئے۔

دوسری بار وہ زیادہ خم ٹھونک کر آئے' ان کے انداز بھی نرالے تھے اور سود کی شرح بھی دوگنا' تین گنا ہو گئی۔ ڈوبے ہوئے قرضے نکلوانے کے لئے وہ جتنے مقدمے بھی دائر کرتے 90 فیصد فیصلے ان کے حق میں ہوتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے ججوں سے کام نکلوانے کے لئے مالی رشوت کے ساتھ جنسی رشوت دینے کے طریقے بھی سیکھ لئے تھے۔ عوام ہر فیصلہ سود خور یہودی کے حق میں ہوتا دیکھ کر برہم ہو گئے۔ مختلف شہروں میں شدید ہنگامے ہوئے۔ بالآخر 1394ء میں یہودیوں کو مار پیٹ اور لوٹ مار کر کے نکال دیا گیا اور وہ اگلے چار سو سال تک یعنی انقلاب فرانس (1789ء) تک اس ملک کا رخ نہ کر سکے۔

جرمنوں کا سلوک

یہودیوں کو جرمنی میں بھی بڑی ذلتوں اور رسوائیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ عیسائی

www.ahnafmedia.com

پادریوں نے ان سے حلف لینے کا یہ طریقہ اختیار کیا کہ یہودی کو ننگے پاؤں سؤر کی کھال پر کھڑے ہو کر یہ الفاظ کہنے پڑتے:

"اگر جھوٹ بولوں تو خنزیر کی یہ خون آلود کھال میرے جسم کے ساتھ لپٹ جائے..... اس کا گوشت میری ماں کا گلا گھونٹ دے..... اگر میں جھوٹ کہوں تو اس سؤر کا سر میری بیٹی کا سر بن جائے..... اگر سچ نہ بولوں تو اس سؤر کا خون تین پشت تک میرے بچوں کی پیشانی پر جھلکتا رہے....."

یہود کو اس کے علاوہ یہ اقرار بھی کرنا پڑتا تھا کہ:

"میں نجس یہودی ہوں جس کے آباؤ اجداد نے سچے مسیحا کو صلیب چڑھایا تھا۔ میں آوارہ ہوں میرا کوئی گھر نہیں اور کوئی وطن نہیں سوائے اس کے جو چرچ کی مہربانی سے مجھے نصیب ہوا ہے..... میں ذلیل ہوں اور تمام بنی نوع انسان کی ذلت کا صرف باعث ہی نہیں بلکہ اس کی تباہی کا سامان بھی ہوں۔ میں کنوؤں کے پانی میں زہر ملاتا ہوں۔ طاعون پھیلاتا ہوں عیسائی بچوں کا خون بہانے کے لئے ان کے قتل کو بھی جائز سمجھتا ہوں۔ میری عورتیں طوائفیں ہیں اور میرا انجام دائمی جہنم ہے کیونکہ میں چرچ اور تمام نیک عیسائیوں کا بدترین دشمن ہوں۔"

پولینڈ میں داخلہ

برطانیہ، فرانس اور جرمنی میں ذلتوں اور رسوائیوں سے تنگ آکر یہود پولینڈ پہنچنے لگے جو چودھویں صدی میں ان کی آخری جائے پناہ بنی۔ یہاں آباد کاری کے لئے کافی گنجائش تھی۔ وسیع زمینوں کو کاشت کرنے اور نئے نئے کاروبار شروع کرنے کے وسیع

امکانات تھے۔ یہود بہت سے نشیب و فراز اور ترش و تلخ تجربات کے علاوہ مختلف فنون میں مہارت لے کر بھی آئے تھے۔ تجارت اور سودی کاروبار کے فن میں مقامی آبادی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ حکمرانوں اور عدالتوں سے ساز باز کر کے مراعات حاصل کرنے کے لئے انہیں مالی اور جنسی رشوت دینے کے طور طریقے بھی انہیں خوب آتے تھے جن کے بل بوتے پر وہ ڈھائی تین سو سال تک انہوں نے بے پناہ دولت اکٹھی کی۔ یہ جتنی جمع ہوتی جائے اس کی آخری حد نہیں آتی۔ چنانچہ ان کی مہاجنی قرضوں کی شرح میں ناقابل برداشت حد تک اضافہ ہو گیا۔ سودی حساب کتاب بنانے کے لئے ان کا طریق کار بھی مقامی آبادی کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ معمولی قرضہ لینے والا شخص بالآخر ان کے ہاتھوں دیوالیہ ہو جاتا۔ اور اس کا مکان تک قرق ہو جاتا۔ ہوتے ہوتے پولش امراء بھی ان کے قرضوں میں بری طرح پھنس گئے۔ جب امیر طبقے نے خود کو غریبوں اور متوسط لوگوں جیسی مشکلات میں پھنسے ہوئے پایا' تو وہ بھی کھلم کھلا ان کے خلاف اظہار نفرت کرنے لگے۔

چھوٹے کاشتکاروں کے حالات ذرا مختلف قسم کے تھے' انہیں یہودی قرض خواہ کے بڑھتے ہوئے سود سے جو پریشانی ہو رہی تھی' مالک اراضی یعنی زمیندار کی طرف سے بٹائی کی شرح بڑھانے کے مطالبے سے بھی تکلیف پہنچ رہی تھی۔ چنانچہ انہوں نے زمینداروں کے خلاف شدید ہنگامے کئے۔ کئی مقامات پر بلوے اور آتشزنی کے واقعات ہوئے۔ 1648ء میں کاشتکاروں نے زمینداروں کے خلاف بڑے پیمانے پر بغاوت کر دی جس کی آگ نے یہودیوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ تین برس کے عرصے میں ان کے ساتھ ایسا سلوک ہوا جس سے وہ برطانیہ' سپین' فرانس اور جرمنی میں بھی دوچار نہیں ہو سکے تھے۔ اور چونکہ انہوں نے اپنے الگ تجارتی شہر اور کالونیاں تعمیر کر رکھی تھیں اس لئے انہیں لوٹنا اور نذر آتش کرنا بھی' بلوائیوں کو آسان کام لگا۔ اس تباہی و بربادی کے بعد بیشتر یہودی باہر بھاگ گئے تاہم جو بھاگ نہیں سکتے تھے وہ ذلت اور رسوائی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے۔

www.ahnafmedia.com

www.ahnafmedia.com

یہود کی ترکی میں آمد

یہود پر جب دنیائے عیسائیت' اپنی وسعتوں کے باوجود تنگ ہو گئی تو ان پر یہ بات کھلی کہ انہیں عالم اسلام میں جگہ مل سکتی ہے۔ جہاں غریب سے غریب یہودی بھی اپنے دین و مذہب پر آسانی سے عمل کر سکتا ہے اور امن سے زندگی بسر ہو سکتی ہے۔ انہیں یہ بھی پتہ چل گیا کہ قسطنطنیہ (استنبول) میں اشیائے ضرورت کی ریل پیل ہے۔ تجارت خوب فروغ پا رہی ہے۔ اس کا شمار دنیا کے عظیم ترین شہروں میں ہوتا ہے۔ یہودی وہاں اپنی مرضی کا لباس پہننے اور رہنے سہنے میں بھی آزاد ہوں گے۔ ان کے بچوں کو گلیوں میں کھیل کود کی بھی اجازت ہو گی۔ جبکہ ترکی کے کئی شہروں میں ان کی بڑی بڑی عبادت گاہیں (کنیسا) نہ صرف موجود ہیں بلکہ مزید بھی تعمیر کی جا سکتی ہیں اور ایک یہودی المذہب شخص سلطان ترکی کے مشیروں میں بھی شامل ہے۔ یہ خبر جرمنی میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی اور انہوں نے ایک ایک اور دو دو کر کے ترکی پہنچنا شروع کر دیا۔ لیکن راستے میں عیسائی انہیں لوٹ لیتے' عورتوں کی بے حرمتی کرتے اور مردوں کو قتل کر دیتے۔

○

چھٹا باب

یہودیت اور دور جدید

تاریخ نے یہود پر واضح کر دیا کہ وہ دنیا میں کہیں بھی بطور یہودی نہیں پنپ سکے۔ انہیں مختلف تحریکوں اور نظریاتی فلسفوں میں پناہ لینا پڑے گی، تاجر اور صنعت کار بن کر روزی کمانا ہو گی اور ہر ملک کے حکمران طبقے میں اپنے لئے جگہ بنانا ہو گی، دانشوروں کا روپ دھارنا ہو گا، سائنس کے میدان میں کارنامے انجام دینا ہوں گے تاکہ وہ ہر کسی کی ضرورت بن جائیں۔ اس منصوبے کو ذہن نشین کر کے انہوں نے اپنے لئے کئی لبادے تیار کئے اور متعدد روپ اپنائے یورپ میں نیشنل ازم کو عروج ہوا سوشل ازم کی تحریک بھی پروان چڑھی اور کمیونزم کو بھی فروغ حاصل ہوا ان میں یہودی کہیں پہلی صف میں نظر آتے تھے، کہیں دوسری، تیسری اور چوتھی صف میں چھپے ہوئے پائے جاتے تھے۔ یہ کوئی اتفاقی امر نہیں، بلکہ واضح منصوبہ بندی کا نتیجہ تھا۔ تاہم یہ معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ ان منصوبہ سازوں کا اصل "دماغ" کون ہے اور ان کا ہیڈ کوارٹر کہاں واقع ہے؟ کسی کی ان حقائق تک رسائی ہو جانا ان کے مفاد میں نہیں تھا اس لئے وہ اپنے اصل مرکز کا کسی کو پتہ نہیں چلنے دیتے تھے (اس کتاب کے آخری حصے "پروٹوکولز" میں اس پراسرار منصوبہ بندی کا تفصیلی خاکہ پیش کیا جائے گا)۔

سپین پر یہود کے مرانو خاندان نے تقریباً تین سو سال حکمرانی کی، بظاہر یہ عیسائی خاندان تھا سترہویں صدی میں جب حالات مناسب نظر آئے تو اس نے اپنے یہودی ہونے کا کھلم کھلا اظہار کر دیا۔ اس خاندان نے شمالی یورپ کے بندر گاہی شہروں میں بنکوں کا ایک سلسلہ قائم کر رکھا تھا، جو لزبن سے لے کر اینٹیورپ تک پھیلا ہوا تھا۔ اور سارے شمالی یورپ کی تجارتی منڈیاں ان کی مٹھی میں تھیں۔ انگلستان نے ملکہ الزبتھ کے دور میں سپین، پرتگال اور ہالینڈ کے خلاف جنگیں لڑیں تو ان یہودیوں کے

www.ahnafmedia.com

ایمان ہر دوسرے روز بدل جاتے رہے۔ مذہبی منافرت کی زد میں آنے کے خوف سے یہ لوگ کبھی عیسائیت کا لبادہ اوڑھ لیتے اور کبھی اپنے یہودی ہونے کا اظہار کر دیتے۔ کبھی جہازوں میں اپنا مال اور سرمایہ لاد کر کبھی ایک ملک کو بھیج دیتے کبھی دوسرے کو' اس طرح وہ ملکوں کی قسمتوں کا پانسہ پلٹ دیتے۔ اور پھر جو کامیاب ہو جاتا اس کے ہمنوا بن کر اس کی فتح کے فوائد میں حصہ دار بن جاتے۔ بالآخر 18 ویں صدی میں انہوں نے ایمسٹرڈم میں یہاں تک استحکام حاصل کر لیا کہ اس کا نام "نیا یروشلم" رکھ کر اپنے روشن مستقبل کا انتظار کرنے لگے۔

مرانو نے چند منزلیں اور طے کیں انہوں نے برطانیہ' پرتگال' ہالینڈ اور فرانس کے ساتھ تجارتی روابط مستحکم کئے اور اس کے بعد براعظم امریکہ' افریقہ اور ایشیا سے بھی تجارت شروع کر دی اور وہاں کے حکمرانوں سے بھی روابط قائم کر لئے۔ ہر ملک کے یہود ان کے ساتھ تعاون کرنے لگے' انہیں سرمایہ بھی فراہم کرتے اور اپنے حکمرانوں کے ذاتی معاملات اور کمزوریوں سے بھی باخبر کرتے رہے۔ پرتگال میں یہ کیتھولک عیسائیوں کا روپ بھر کر آئے۔ انہوں نے ڈچ اسٹیٹ کمپنی اور ویسٹ انڈین کمپنی بن کر بھی کاروبار کیا اور بے پناہ دولت سمیٹی۔ سپین اور پرتگال میں انہوں نے اپنے نام مقامی باشندوں کے ناموں کے ساتھ ملتے جلتے رکھے جس سے ان کی پہچان مشکل ہو گئی۔

بعض یہودیوں نے "نئے عیسائی" کہلوانا شروع کر دیا۔ جب وہ دیکھتے کہ اصلاح کلیسا کے پرجوش کارکن ان کی پٹائی کے لئے نکل آئے ہیں تو وہ اپنی پرخلوص عیسائیت ثابت کرنے کے لئے گرجا کے ساتھ تعلق اور مخبرانہ کاموں کی تفصیل بتانے لگتے لیکن حملہ آور ان باتوں کا اعتبار نہ کرتے' لوٹ مار اور تلاشی کے دوران ان کے بہروپ کا پردہ چاک ہو جاتا۔ چنانچہ "نئے عیسائیوں" کی بہت بڑی تعداد کو بھاگ کر ترکی' انگلستان' ایمسٹرڈم اور شمالی یورپ میں منتقل ہونا پڑا۔

صدیوں کے مظالم کے بعد 1606ء میں انہیں پہلی مرتبہ ایمسٹرڈم میں اپنا مذہبی اجتماع منعقد کرنے کا موقع ملا جس میں انہوں نے سرعام اپنے عقائد کا اظہار کیا اور اپنے مسائل حل کرنے کے لئے "لائحہ عمل" مرتب کیا' لیکن اس لائحہ عمل کو خفیہ

رکھا گیا۔ البتہ ہر ملک اور ہر شہر میں اپنے یہودی قبرستانوں کے لئے زمینیں خریدنے کا اعلان کر دیا گیا۔ 1615ء میں ہالینڈ کی حکومت نے اپنے صوبوں کے جو اختیارات بڑھائے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ وہ چاہیں تو یہود کو آباد کاری کی اجازت دے دیں اور چند دیگر شہری حقوق بھی دے دیں۔ صوبائی حکومتوں نے انہیں مشروط طور پر چند حقوق دیئے۔ اس سلسلے میں انہیں عبادت کے لئے بعض حدود کے پابند بنا دیا گیا اور کاروبار میں پرچون فروشی کرنے سے منع کر دیا گیا البتہ مخصوص شناختی لباس پہننے کی پابندی بنا دی گئی۔

ان پابندیوں کو قبول کر کے انہوں نے اور زیادہ سرگرمیاں دکھائیں اور اپنے کاروبار کو وسعت دینے کے ساتھ ساتھ حکمرانوں سے مزید قربت پیدا کرنے کی کوششیں بھی جاری رکھیں۔ بالآخر 1657ء میں انہوں نے بہت سے مزید حقوق حاصل کر لئے اور تقریباً تقریباً مکمل ڈچ بن گئے مگر شرط یہ تھی کہ موجودہ "نئے عیسائیوں" کی اولاد کو شہری حقوق خود بخود نہیں ملیں گے اس کے لئے انہیں باضابطہ درخواست دینا پڑے گی، حکومت مناسب غور کے بعد اسے قبول یا مسترد کرنے کی مجاز ہو گی۔ ایمسٹرڈم کانگریس میں جس لائحہ عمل کو خفیہ رکھا گیا تھا اس کے تحت یورپ کے دیگر ملکوں میں بھی اپنی جگہ بنانے کی کوششیں جاری رہیں چنانچہ فرانس کے جنوب مشرق کے دو شہروں "بایونے" اور "بورڈیو" میں مرانو خاندان کے کچھ یہودیوں نے اپنے تجارتی مراکز قائم کر لئے اور چند بنک بھی کھول لئے جو حیرت انگیز طور پر ترقی کرنے لگے۔ حتیٰ کہ 16 ویں صدی میں اقتصادی زندگی پر پوری طرح چھا گئے۔ ان شہروں کی آبادی کیتھولک تھی۔ سپین اور پرتگال کے بعض "نئے عیسائیوں" نے بھی یہاں پناہ لے رکھی تھی۔ 1686ء تک یہ لوگ جس عیسائیت کا دم بھرتے رہے، اب اس کی ضرورت باقی نہ رہی، چنانچہ اس لبادے کو اتار کر پھینک دیا گیا۔ اور علی الاعلان یہودیت کا نقارہ بجانے لگے۔ 1776ء میں مکمل شہریت کے حقوق بھی مل گئے۔

فرانس میں انہیں جو کامیابی حاصل ہوئی وہ ہالینڈ میں انہیں حاصل نہ ہو سکی جبکہ یہاں ابتدائی پیش رفت کافی حوصلہ افزا تھی۔ ہالینڈ میں تجارتی معاملوں میں تو انہیں پوری آزادی حاصل ہو گئی لیکن یہود کے طور پر وہ یہاں کے لوگوں کے لئے قابل

www.ahnafmedia.com

برداشت نہ تھے۔ سولہویں اور سترہویں صدی یہاں سفاردیم (Sephardim) یہودی مقامی کیتھولکوں کو رام کرنے کی کافی کوشش کرتے رہے لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔ اس دوران جرمنی سے اشکناز (Ashkenazim) یہود یہاں منتقل ہونا شروع ہو گئے کیونکہ جرمنی میں جنگوں کی وجہ سے ان پر عرصہ حیات تنگ ہو چکا تھا۔ اب یہاں نئے اور پرانے یہودی کے امتیاز نے انہیں ایک دوسرے کے خلاف صف آرا کر دیا جس کی وجہ سے اٹھارہویں صدی میں انہیں ہیمبرگ خالی کرنا پڑا اور ایمسٹرڈم میں جا بسے۔

فرانس اور ہالینڈ کے بعد انگلستان میں بھی یہود کے لئے فضا سازگار ہو گئی۔ کیونکہ چارلس اول کے تختہ دار پر چڑھنے کے بعد جب کرامویل نے اقتدار سنبھالا تو اس نے یہودی سرمایہ داروں کو نوازنے کے لئے بستیاں تعمیر کرنے کی اجازت دے دی۔ 1660ء میں ہر قابل ذکر مقام پر ان کی کالونیاں بن گئیں لیکن پریوی کونسل نے 1680ء میں انہیں مزید جداگانہ بستیاں تعمیر کرنے سے روک دیا اور ان پر واضح کر دیا کہ ریاست کے اندر ریاست بنانے کا سلسلہ برداشت نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے آباد کاری کا توسیعی منصوبہ ترک کر کے اپنی توجہ تجارت اور علمی سرگرمیوں پر مرکوز کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ جس کے تحت انہوں نے اپنے بچوں کو سائنسی علوم میں آگے بڑھانے اور اپنے مذہبی عقائد کی ترویج کا کام شروع کر دیا۔ انہوں نے اپنی تمام کلاسیکی کتابوں کا انگریزی زبان میں ترجمہ کر کے اس کی وسیع اشاعت کا اہتمام کیا۔ اس دوران بہت سے یہودی پرتگالی کیتھولکوں کے روپ میں یہاں آ وارد ہوئے۔ جب انگلستان اپنی سلطنت کی توسیع کے لئے سمندروں پر پھیلنے لگا اور اس کی غیر ملکی تجارت میں دن دوگنا رات چوگنا ترقی ہونے لگی تو اس تاجروں میں پرتگالی کیتھولکوں کے لبادے میں ملبوس یہودیوں کی بھی بہت بڑی تعداد شامل تھی۔

سترہویں صدی میں پروٹسٹنٹ عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ کے ظہور ثانی کے زمانے میں یہودی ساری دنیا میں پھیل چکے ہوں گے جنہیں حضرت عیسیٰ اپنے ہاتھ سے اپنے دین میں داخل کریں گے۔ اس خیال کو تقویت دینے میں اس افواہ نے بڑا کام کیا کہ شمالی امریکہ کے ریڈ انڈین دراصل یہود کے دس گم شدہ قبائل ہیں چنانچہ حضرت عیسیٰ کے وقت یہود کی زیادہ سے زیادہ تعداد کو ان کی خدمت میں پیش کرنے

www.banafredia.com

کے لئے انگلستان کے مسیحیوں نے ان کی آباد کاری کا خیر مقدم کیا تاکہ حضرت عیسیٰ کے ہاتھوں انجام پانے والے اس کار خیر میں شریک ہو سکیں۔ کٹر مذہبی عیسائی ان کی آباد کاری میں بے پناہ جوش و خروش سے حصہ لینے لگے۔ برطانیہ میں ان کی آؤ بھگت کی ایک اور وجہ یہ بھی تھی کہ برطانیہ کی غیر ملکی فتوحات اور تجارت کے فروغ نے انگریزوں کو اس ضرورت کا احساس دلا دیا کہ یورپ کی کسی قوم کو اپنا مال خریدنے کی دعوت دی جانی چاہئے اس سلسلے میں ایمسٹرڈم کے "مرانو" بے حد کار آمد ہو سکتے تھے۔ اس مقصد کے لئے انگریزوں نے یہود کے لئے خاص لباس' امتیازی نشان اور مخصوص کالونیوں میں رہائش رکھنے کی پابندی ختم کر دی اور ہر قسم کے ٹیکسوں سے بھی انہیں مستثنیٰ کر دیا' یہود کی اس طرح دیرینہ خواہش پوری ہو گئی اور انہوں نے دوسرے علاقوں سے خام مال درآمد کرنے اور انگلستان سے پختہ مال (Processed Commodities) لے جانے کی اجارہ داری حاصل کر لی اور اسے بحر اوقیانوس کے ساحلوں تک پہنچانا شروع کر دیا۔

برطانیہ' پرتگال' ہالینڈ اور سپین میں اپنے لئے میدان ہموار کرنے کے ساتھ ساتھ یہود نے ان ممالک کی نو آبادیات پر بھی توجہ مرکوز کر دی اور ان میں آمدورفت اور تجارتی روابط بڑھانا شروع کر دیئے۔ 18 ویں صدی میں روس پولینڈ اور جرمنی کے سوا تقریباً پورے یورپ میں ان کی پوزیشن مستحکم ہو چکی تھی۔ پولینڈ سے یہود کے انخلاء کے نتیجے میں روس میں موجود دس لاکھ یہود کے لئے حالات سنگین تر ہو گئے۔ زار اور روسی چرچ کے جبر و انتقام کی چکی نے انہیں پیس کر رکھ دیا۔ اس کے برعکس جو ممالک نو آبادیات کی دولت اور تجارت سے مالا مال ہو رہے تھے ان میں مذہب کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی تھی اور یہودیوں سے نفرت میں بھی کافی کمی آ چکی تھی۔ اس لئے ان کے لئے دن بہ دن بہتر ہو رہے تھے۔ سفاردیم یہود' بنکاری کے فن اور دیگر علوم میں مہارت کی وجہ سے دوسرے لوگوں کے لئے نمونہ بن گئے۔ فرانس میں وہ عدلیہ میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو گئے اور شاہی دربار میں بھی نمایاں مقام حاصل کر لیا۔ یورپ میں اقتصادی ترقی کی رفتار بڑھنے کے ساتھ ساتھ یہود کا وقار بھی بلند ہوا بعض ملکوں میں اگر ان کے ساتھ زیادتی ہوتی تھی تو دوسرے ملکوں میں اس کی تلافی بھی ہونے لگی۔

www.ahnafmedia.com

مثلاً 1745ء میں پراگ میں یہود کو لوئی چہاردہم نے اور فرانس کی ملکہ ماریہ تھریسا نے شدید برف باری کے دنوں ملک بدر کر دیا۔ برطانیہ کے اشکنازی یہود کو جب اس کا پتہ چلا تو اس نے شاہ انگلستان جارج دوم کے سامنے اس داستان کو اتنے درد ناک طریقے سے بیان کیا کہ وہ آبدیدہ ہو گیا' اس نے وی آنا میں اپنے سفیر کو ان یہودیوں کی وکالت کرنے کا حکم دیا۔ برطانیہ میں یہود کے حق میں اتنی ہمدردی پیدا ہو جانا پہلی تاریخی کامیابی تھی جس کے بعد انہوں نے لندن کو اپنی ریشہ دوانیوں کا مرکز بنا لیا۔ یہاں ان کی ایک "مجلس بہبود یہود" قائم ہو گئی۔ برطانیہ میں ان کی دوسری شاندار کامیابی یہ تھی کہ انہیں رائل سوسائٹی کی ممبرشپ حاصل کرنے کی اجازت مل گئی جس کے بعد وہ سائنسی طبی اور علمی صلاحیتوں کا برملا مظاہرہ کر کے اپنا لوہا منوانے لگے۔ 1753ء میں ان کے سیاسی مقام کو بہتر بنانے کے لئے برطانوی پارلیمنٹ نے ایک قانون پاس کر دیا لیکن عوام نے اس پر اس قدر احتجاج کیا کہ اسے کالعدم قرار دینا پڑا۔ جہاں برطانیہ میں انہیں شہریت کے حقوق حاصل کرنے میں دیر لگی وہاں امریکہ میں انہیں جلدی پورے شہری حقوق حاصل بھی ہو گئے۔ یوں وہ پہلی مرتبہ عیسائیوں کے استحصال' مذہبی تعصبات اور عوام کی نفرت اور غیظ و غضب سے محفوظ ہو کر اپنے درخشندہ مستقبل کا خواب دیکھنے لگے۔

www.ahnafmedia.com

ساتواں باب

جمہوریت، سوشلزم اور یہودی

کلیسا اور بادشاہت نے ایک دوسرے کی پشت پناہی اور ہمنوائی بھی کی اور ایک دوسرے کے خلاف مزاحمت اور تصادم کی راہ بھی اپنائی۔ ہر دو صورتوں میں انہوں نے یہود کے لئے مشکلات اور مصائب پیدا کئے لہٰذا ان دونوں نظاموں یا اداروں سے مخاصمت اور دشمنی، یہودیوں کا اولین اور حتمی ہدف ہے۔ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے متبعین کے ساتھ صدیوں جو جو ظلم و ستم روا رکھا تھا عیسائیت اور اس کی قائم کردہ بادشاہت نے اس کا گن گن کر حساب لیا اور یہودیوں کی کئی نسلیں صدیوں اپنے آباؤ اجداد کے مظالم کا خمیازہ بھگتتی رہیں۔ یورپ کے بادشاہوں نے انہیں اپنا کھلونا بنا کر بھی استعمال کیا اور تیر و تلوار اور نیزوں کی انی میں پرو کر بھی ان سے انتقام لیا۔ کبھی ان سے ساری دولت چھین کر انہیں ملک بدر کر دیا اور کبھی عوام کو اکسا کر انہیں مروا دیا۔

اس لئے یہود نے اپنی بقا اور اپنی آئندہ آنے والی نسل کے لئے تحفظ کے لئے جمہوریت ہی کو اپنی جائے پناہ سمجھا۔ انہوں نے سوچا کہ بادشاہت کی طاقت اگر ایک فرد کی بجائے لاکھ دو لاکھ، دس لاکھ یا ایک دو کروڑ انسانوں میں بٹ جائے تو یہود سے باز پرس کرنے والا کون ہو گا؟ کیوں نہ ہم تجارت، علم اور دولت کے حربوں سے معاشروں ذہنوں اور مزاجوں کو بدل دیں؟ انسانوں کی ٹھوس مجموعی قوت کو ووٹ کی کاغذی پرچی میں کیوں منتقل کر دیا جائے؟ اور کرپشن کے گوناگوں حربوں کو استعمال کر کے "جمہور کی قوت" کو اپنی تابع فرمان لونڈی کیوں نہ بنا لیا جائے؟ ان سوالوں کے مثبت جواب نے "جمہوریت" کا سنگ بنیاد رکھ دیا۔ وہ کام جو ایتھنز، روم، غرناطہ، بغداد اور فلورنس میں

ممکن نہ ہوا تھا' لندن' پیرس اور نیویارک سے ہوتا ہوا آدھی دنیا کا مطالبہ بن گیا۔ اور باقی آدھی دنیا کو بھی ایک یہودی کارل مارکس نے کمیونزم کی قربان گاہ پر لا کھڑا کیا۔

بادشاہوں سے اظہار بیزاری اور جمہوریت کے قیام کے لئے دوسروں کے پاس جو دلائل ہیں ہم ان سے صرف نظر کرتے ہوئے یہود کے نقطہ نظر کا جائزہ لیتے ہیں جو اس کتاب کا اصل موضوع ہے۔ اور یہ بھی دیکھتے ہیں کہ سرمائے کی قوت' ووٹر کی رائے پر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے اور وہ کس طرح ایک کٹھ پتلی کی طرح سرمایہ دار کے حق میں اپنی رائے کا اظہار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے؟ شاعر مشرق علامہ محمد اقبال نے مغربی جمہوریت کے باطن میں اچھی طرح جھانکنے کے بعد ہی کہا تھا:

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری
گرمئی گفتار اعضائے مجالس الاماں
یہ بھی اک سرمایہ داروں کی ہے جنگ زرگری

مغربی جمہوریت کے اندر کئی تناقضات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ منتخب شدہ نمائندہ اکثریت کا نمائندہ نہیں بلکہ درحقیقت اقلیت کا نمائندہ ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر ایک حلقہ انتخاب ایک لاکھ ووٹرز پر مشتمل ہے اور دس امیدوار کھڑے ہیں۔ 9 امیدوار اگر برابر برابر ووٹ لیتے ہیں تو کامیاب قرار پانے والا امیدوار وہی ہو گا جس کے چند ووٹ دیگر امیدواروں سے زیادہ ہوں گے' اس طرح وہ ان سب ووٹروں کا نمائندہ تو نہیں ہو گا جنہوں نے دوسرے امیدواروں کے حق میں ووٹ ڈال دیئے ہیں (یا بقول کسے ضائع کر دیئے ہیں) اس طرح وہ ایک حقیر اقلیت کا نمائندہ ہونے کے باوجود' اکثریت سے کامیاب شدہ قرار پائے گا۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ ووٹروں کی رائے کو متاثر کرنے میں سرمایہ دار غالب کردار ادا کرتا ہے' انتخابات میں نادیدہ قوتیں بہت کچھ کر جاتی ہیں اور ووٹروں کو احساس تک نہیں ہونے دیا جاتا کہ ان کے ساتھ کیا ہاتھ ہو گیا ہے۔

www.ahnafmedia.com

سرمایہ دارانہ جمہوریت میں دوسرا ناقابل علاج نقص' اہل علم اور علم سے کورے افراد کو یکساں عقلمند اور اصحاب دانش قرار دیا جاتا ہے' کیونکہ ہر ایک کا ایک ہی ووٹ ہوتا ہے۔ بقول اقبال:

اس راز کو اک مرد فرنگی نے کیا فاش
ہرچند کہ دانا اسے کھولا نہیں کرتے
جمہوریت اک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا کرتے ہیں تولا نہیں کرتے

ایسے "عوامی" نمائندوں کو خریدنا اور ان پر مشتمل ایوان سے اپنی مرضی کے فیصلے کرانا سرمایہ داروں کے لئے کوئی مشکل مسئلہ نہیں ہوتا۔ جرمن فلسفی تھیوڈور ہرزل (Theodor Herzl) جو صیہونیت کے بانیوں میں سے تھا' اس نے اپنی تصنیف "یہودی ریاست" میں جو اس نے 1896ء میں لکھی کہا تھا:

"دانشمندانہ اور معقول فیصلے پارلیمانی اداروں سے سرزد نہیں ہو سکتے۔ عوامی خواہشات کی صحیح نمائندگی اور ریاست کے حقوق و مفادات کی محافظ وہی شخصیتیں ہوتی ہیں جو تاریخی قوتوں کی پیداوار ہوں۔ حکمرانی کے لئے یہی شخصیتیں پیدا ہوتی ہیں' یہ کام عوام کا نہیں۔"

ہرزل کو عیسائیت سے جو دشمنی تھی وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی اور جمہوریت یہودیوں کے لئے ایک مفید اور کارآمد چیز بھی تھی' اس کے باوجود جمہوریت کی اصل حقیقت کے بارے میں وہ غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوا بالآخر نے صحافیانہ دیانتداری سے جمہوریت کے خلاف فیصلہ دے دیا۔

فرانسیسی ادیب والٹیئر (Voltaire) جس کی تحریروں نے انقلاب فرانس کے لئے راہ ہموار کی' جمہوریت کے بارے میں طنزیہ سوال کرتا ہے:

"Whom Do You Want To Be Eaten By,

www.alhamdfmedia.com

One Thousand Rats Or A Lion".

(تمہاری موت آئے تو کیا پسند کرو گے؟ تمہیں ایک ہزار چوہے نوچ نوچ کر کھا جائیں یا شیر کا ایک ہی نوالہ بن جاؤ)

جرمن فلاسفر نیٹشے (Nietzche) کی عظیم تصنیف "یوں کہا زرتشت نے" کے چھٹے ایڈیشن مطبوعہ جارج ایلن اینڈ نون لمیٹڈ 1942ء کا دیباچہ ایک یہودی ڈاکٹر جارج لیوی نے جس میں اس نے یہود کی "جمہوریت" کا یوں پول کھولا ہے:

"غریب اور امیر برابر ہوں، کمزور اور طاقتور برابر ہوں، جاہل اور عالم، ایک دوسرے کے مساوی ہوں---- نہیں بلکہ جلا امیروں، علماء اور طاقتوروں پر بھی سبقت لے جائیں---- یہود نے عیسائیت کا لبادہ اوڑھ کر جمہوریت کا علم اٹھایا اور اپنے اخلاق سے دنیا کو مسخ کیا۔ سیاہ تہہ خانوں میں چھپ کر اس نے بڑی صفائی سے عظیم رومن ایمپائر کو پامال کیا۔ اس کے بعد اس نے دوسروں کو آڑے ہاتھوں لیا۔ دنیا میں یہودیت کے علاوہ ایسے اخلاقی نظام موجود ہیں جو مخزن حیات نہیں، جو دنیا کو باطل قرار نہیں دیتے۔ منو کی کتاب والے قدیم ہندو، روما اور یونان کی تہذیبیں، اسلام کی فتوحات اور اٹلی کی نشاۃ ثانیہ اس کی درخشاں مثالیں ہیں۔ انہوں نے ہماری طرح دنیا کو گداگر نہیں بنایا بلکہ اسے نعمتوں سے مالا مال کیا۔ ان کی قیادت صرف چند لوگوں کے ہاتھ میں تھی جو لاکھوں لوگوں کو ان کے مقام پر رکھتے تھے۔ ایتھنز، روم، غرناطہ اور فلورنس نے کہاں گندی نالیوں والے علاقوں میں پھرتے پھرتے ووٹوں کی بھیک مانگی تھی۔ ان کی پشت پر ایک عظیم اخلاق تھا جو عوام کو قول و فعل سے بیٹے کے خدا کی طرح مطمئن کر سکتا تھا۔ مخلوق میں سے کون ہے جو بلا قیمت زندہ رہنا چاہتا ہے۔ ہم وہ ہیں جن کو زندگی نے خود ہمارے حوالے کیا

www.ahnafmedia.com

ہے' ہم ہر لحظہ سوچتے ہیں کہ ہم نے اس احسان کے بدلے انسانیت کو کیا دیا ہے؟"

یہ تھے وہ لوگ جنہوں نے یورپ کو سیکولر ڈیمو کریسی کے آگے جھکایا اور خود اپنے دین کے علمبردار بن کر یورپ کو ہر قدر' ہر عقیدے اور ہر مذہب سے بیگانہ کر کے اسے گمراہی اور جہالت کی پٹی پڑھائی اور ماڈرن ازم اور ترقی پسندی کے خالی خولی نعروں پر رضامند کر دیا۔ یہودی از سر نو پا' مذہبی ہوتا ہے لیکن دوسروں کا مذہبی ہونا اسے اس لئے گوارا نہیں ہے کہ اس سے ان کی کھال بچی رہتی ہے۔

یہودی روس میں

یہود کسی طرح روس میں بھی پہنچ گئے لیکن یہ پتہ نہیں چل سکا کہ دس لاکھ تیرہ میں' کسی کے خاص نوٹس میں آئے بغیر وہ کیسے جمع ہو گئے۔ روسی حکام کے لئے ان کا وجود قابل برداشت نہیں تھا۔ کیونکہ پولینڈ کو انہیں پناہ دینے کے بعد جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اہل روس کے لئے وہ کافی سامان عبرت تھا۔ روسی عوام کے لئے ان کا مذہب اور تجارتی ہتھکنڈے بہت پریشان کن تھے چنانچہ انہوں نے ان کے خلاف مزاحمت شروع کر دی۔ روس کے دروازے ہر قوم کے باشندوں کے لئے کھلے رہے تھے لیکن یہ رعایت یہود کے لئے نہ تھی۔ انہوں نے حکام سے مدد طلب کی اور اپنے تجارتی مفادات کے تحفظ کی استدعا کرتے ہوئے یہ بھی یقین دلایا کہ ہم اپنی کاروباری صلاحیتوں سے روس کو بہت فائدہ پہنچا سکتے ہیں لیکن جواب ملا کہ "ہم عیسیٰؑ کے دشمنوں سے کوئی مفاد نہیں چاہتے" تاہم یہود نے کسی نہ کسی طریقے سے روس کے چند علاقوں میں بعض شرائط قبول کر کے رہنے کی اجازت حاصل کر لی۔ اس طرح یہ بحیرہ بالٹک سے بحیرہ اسود تک پھیل گئے۔ زار الیگزینڈر اول (1801-1825) نے ان کے لئے خصوصی قوانین نافذ کئے جن کی رو سے وہ صرف ان علاقوں میں زمینیں آباد کر سکتے تھے جن کے باشندے بے حد پسماندہ اور وحشی تھے یہود کے بچوں کو تعلیمی اداروں میں اس شرط کے ساتھ داخلے دیئے گئے کہ وہ مسیحیت کا نصاب لازمی طور پر پڑھیں گے۔

www.anwarafmedia.com

1826ء میں نکولس اول برسر اقتدار آیا تو اس نے انہیں فوجی ملازمت میں لینے کا فیصلہ کیا۔ اس غرض سے بارہ بارہ سال کے یہودی بچے والدین سے چھین لئے جاتے انہیں یہودیت کے اثرات سے پاک کرنے کے لئے خصوصی تعلیم و تربیت دی جاتی جس میں ان کی مار پٹائی' بھوکے پیاسے رکھنا' برفانی پانی میں غوطے دینا سؤر کا گوشت زبردستی کھلانا اور برین واشنگ کر کے یہودیت کے مقابلے میں عیسائیت کی برتری تسلیم کرانا شامل تھا۔

اس کے ساتھ ہی یہود کے مرکزی نظام کو' جسے وہ "کہل" کہتے تھے کمزور کر دیا گیا انہیں اپنے معاملات اور جھگڑے خود طے کرنے سے روک دیا گیا' اس سے یہود اور روسی عوام کے درمیان نفرت کی ایک ناقابل عبور خلیج حائل ہو گئی۔ لیکن حکومت کو یہودیوں کے ردعمل کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ 1836ء میں روسی پادریوں نے اپنی تحقیق سے ثابت کیا کہ سارے فساد کی جڑ تلمود ہے اسی نے انجیل کے تقدس کو مجروح کیا اور یہود کو عیسائی بننے سے روکا ہے چنانچہ 1844ء میں "کہل" کے تمام اختیارات سلب کر لئے گئے اس کے ساتھ ہی ایسے اقدامات بھی کئے گئے جن سے ایسے بچے جو فوجی تربیت کے قابل نہ تھے ان کے لئے عیسائیت کی تعلیم حاصل کرنا لازمی قرار پایا گیا۔ جو یہودی والدین اپنے بچوں کو گھر پر پڑھاتے تھے انہیں اس سے روک دیا گیا۔ اس کی ترغیب یوں بھی دلائی گئی کہ جن بچوں کو عیسائی سکولوں میں بھیجا جاتا وہ فوجی تربیت سے مستثنیٰ کر دیئے گئے۔ ان سکولوں کے سربراہ عیسائی ہوتے تھے اور اساتذہ کی بھرتی کے وقت ایسے افراد کو ترجیح دی جاتی جو یہودیت سے تائب ہو چکے ہوں۔ اس تعلیم کا مقصد بچوں کو بپتسمہ دے کر عیسائی بنانا تھا۔ نکولس کے عہد حکومت کے آخری دنوں چند یہودیوں کو اس جرم کی سزا ملی کہ انہوں نے ایک عیسائی بچے کا خون بہا کر بہوا کی بھینٹ چڑھا دیا تھا۔

جنگ کریمیا (56-1854ء) میں مزید فوجیوں کی ضرورت پڑی تو یہودی بچوں کو بھرتی کرنے کا حکم دیا گیا جس کے انکار پر شدید سزائیں دی جانے لگیں۔ ماؤں نے اپنے بچوں کو بھرتی سے بچانے کے لئے ان کے ہاتھوں اور پاؤں کی انگلیاں کاٹنا شروع کر

www.ahnafmedia.com

دیں۔ یہودی نوجوان خود کشیاں کرنے لگے۔

فرار نکولس کے بعد 1855ء میں الیگزنڈر دوم جانشین ہوا تو اس نے یورپ کے کئی ممالک کی طرح اپنے کاشتکاروں کی بہبود کے لئے نئے قوانین بنائے جن سے یہود کو بھی فائدہ پہنچا' ان کے خلاف امتیازی سلوک کا کسی قدر خاتمہ ہو گیا' ان کے بچوں کی بھرتی کا قانون بھی کالعدم قرار دے دیا گیا' کسی حد تک انہیں دولت جمع کرنے کے اختیارات بھی مل گئے۔ اس دوران روس میں یہودیوں کی تعداد 30 لاکھ سے بڑھ چکی تھی۔ انہیں روس کے علاقوں میں تجارت کا حق بھی دے دیا گیا۔ لیکن عوام اور پولیس نے ان اصلاحات پر عمل نہ ہونے دیا۔ اس پر رشوت کا سلسلہ چل نکلا اور نئے نئے مظالم بھی ہونے لگے۔ اب یہودی نوجوانوں میں آوارگی بھی پھیلنے لگی' وہ اپنے مذہب کی پابندیوں کو بہت بوجھ محسوس کر رہے تھے اور عیسائیت قبول کرنے کے فوائد سے بھی متمتع ہو رہے تھے۔ اب وہ اتنے آزاد خیال بھی ہو گئے کہ اپنے بچوں کو عیسائی سکولوں میں بھیجنے میں کوئی عار محسوس نہ کرتے تھے۔

خوفناک منصوبے کا انکشاف

حالات یہودیوں کے حق میں جا رہے تھے لیکن ایک واقعہ نے انہیں جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ ہوا یہ کہ 1858ء میں جیک بریف نامی ایک یہودی نے عیسائیت قبول کرنے کے بعد عبرانی زبانی کی درس و تدریس شروع کر دی۔ اس نے یہودی لائحہ عمل پر مبنی کتاب "کہل" کے بارے میں ایک کتاب "دی بک آف کہل" تصنیف کی جس میں اس نے یہ ثابت کر دیا کہ یہود عیسائیت کو ملیا میٹ کرنا چاہتے ہیں۔ 1866ء میں اس کتاب کو سرکاری سرپرستی میں بڑے پیمانے پر شائع کیا گیا۔ اس پر ملک بھر میں ہنگامے ہونے لگے جن کے نتیجے میں 1871ء میں یہود کا قتل عام شروع ہو گیا جو چار دن جاری رہا۔ حکومت نے کوئی روک ٹوک نہ کی بلکہ الزام یہود پر لگا کہ انہوں نے میزبان ملک کے مذہب کے خلاف یہ سازش کیوں کی تھی۔ اس پر یہود کی اکثریت روس سے فرار ہو کر مغربی یورپ اور امریکہ پہنچنے لگی۔ جہاں انہیں "آبرو مندانہ" طریقے سے آباد

www.ahnafmedia.com

ہونے کے خاصے مواقع میسر آ گئے۔

روس کے زار الیگزینڈر دوم کے قتل کے بعد اس کا بیٹا الیگزینڈر سوم تخت نشین ہوا' اس کے زمانے میں اور اس کے جانشین زار نکولس ثانی (1894-1917) کے دور میں یہودیوں کی پکڑ دھکڑ مار پٹائی اور قتل وغیرہ کا سلسلہ زوروں پر رہا۔ روسی چرچ کا وہ غصہ ابھی فرو نہیں ہوا تھا جو "دی بک آف کہل" کے نتیجے میں پیدا ہوا تھا' یہودی معافی مانگنے روسی چرچ کے اسقف اعظم کے پاس پہنچے تو اس نے کہا کہ "میری پالیسی یہ ہے کہ روس کے ایک تہائی یہودیوں کو قتل کرا دوں' ایک تہائی کو فرار پر مجبور کر دوں اور ایک تہائی کو عیسائی بنا دوں۔"

یہود کا یہ وفد شدید مایوس ہو کر واپس آ گیا اور کنیسا میں ایک بڑے اجتماع کے اندر صورت حال کے بارے میں جب اپنی رپورٹ پیش کی تو سب زار و قطار رونے لگے' اجتماع میں اس صورت حال کو صبر سے برداشت کرنے اور مناسب موقع پر کارروائی کرنے کا فیصلہ کر کے خاموش ہو گئے۔ چنانچہ 1917ء میں جب زار کے خلاف بغاوت کا لاوا پھوٹا تو یہودی اس کے مشعل بردار تھے۔ انہوں نے زار کو ختم کیا' روسی چرچ کو فنا کیا اور کمیونزم کی آڑ میں اقتدار اپنے ہاتھوں میں لے کر اس لادینی اور کفر کو رائج کیا جس کے شعلے رفتہ رفتہ تمام مذاہب عالم کو آنچ دکھانے لگے۔ ایک یہودی (کارل مارکس) نے "نئے مذہب" کی بائبل "داس کیپٹل" لکھی' دوسرے دو یہودیوں (لینن اور ٹراٹسکی) نے اس کو روس کے "سرکاری مذہب" کے طور پر نافذ کیا۔ پھر اس کی تبلیغ مشرق اور مغرب کے ممالک میں اس طور پر کی گئی کہ سیکولر جمہوریتیں لرزہ براندام ہو گئیں۔

www.ahnafmedia.com

آٹھواں باب

کمیونزم اور یہودیت کا تعلق؟

کیا یہ محض اتفاق ہے کہ کمیونزم کا خالق اور اس کے دست راست لینن اور ٹراٹسکی یہودی تھے۔ اور روس میں کمیونزم کی راہ میں سے رکاوٹوں کو دور کرنے والا ہٹلر آہن جوزف سٹالن بھی یہودی ماں کی گود میں پلا تھا۔

کارل مارکس 1818ء میں جرمنی کے ایک یہودی خاندان میں پیدا ہوا' بون اور برلن یونیورسٹیوں میں قانون' فلسفہ اور تاریخ پڑھی اور پھر اقتصادیات کے مطالعہ میں مستغرق ہو گیا۔ اس نے اپنے ایک دوست اینجلز (عیسائی) کے ساتھ مل کر "کمیونسٹ مینی فیسٹو (1848ء)" مرتب کیا اور اپنی ان سرگرمیوں کے باعث ملک بدر ہو کر لندن پہنچ گیا جہاں اس نے "داس کیپٹل" لکھی جسے "کمیونزم کی بائبل" بھی کہا جاتا ہے۔ مارکس نے بلاشبہ بڑی محنت سے اپنے معاشی اور معاشرتی نظریات پیش کئے اور "تاریخ کی مادی تعبیر" کے ذریعہ یہ ثابت کیا کہ دنیا میں جتنی بھی تبدیلیاں آتی ہیں ان کا محرک اقتصادی عمل ہوتا ہے اور تاریخ' طبقاتی جدوجہد کے حوالہ سے قدم آگے بڑھاتی ہے۔ مظلوم طبقے اپنے مستقبل کو بہتر بنانے کے لئے جو جدوجہد بروئے کار لاتے ہیں وہ سماجی تبدیلیوں کے لئے ایک قوت محرکہ (Motivating Force) ہوتی ہے۔ اس طرح اس نے جدلی مادیت (Dialectical Materialism) کا نظریہ پیش کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر دور میں دو معاشی طبقے موجود ہوتے ہیں۔ ایک ظالم اور دوسرا مظلوم۔ جب ظالم اپنے ظلم میں ایک خاص حد تک جا بڑھتا ہے تو دونوں میں خون ریز تصادم ہو جاتا ہے۔ پھر ان دونوں میں ایک مصالحت (Synthesis) ہو جاتی ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد اس مصالحتی وجود کے اندر ایک تضاد (Anithesis) ابھر آتا ہے' حسب سابق' ان دونوں

www.ahnafmedia.com

میں پھر تصادم ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں تیسرا مصالحتی وجود' آ موجود ہوتا ہے۔ تاریخ اسی طرح ٹیڑھے میڑھے راستوں سے آگے بڑھ رہی ہے بالآخر ایک غیر طبقاتی معاشرہ (Classless Society) قائم ہو جائے گا اور ہر طرف اشتراکیت ہی اشتراکیت ہو گی۔

مارکس کے اس جدلی مادیت کے نظریئے (Dialectical Materialism) میں اہل علم نے کئی لغزشوں کی نشاندہی کی تھی۔ جن میں سے ایک یہ ہے کہ پھر تو کمیونزم دنیا کے ترقی یافتہ ترین صنعتی ممالک میں آنا چاہئے تھا' جبکہ یہ روس اور چین جیسے پسماندہ اور زرعی ملکوں میں آیا ہے۔ روس میں کمیونزم کی عمارت 70 برس ہی قائم رہ سکی' اس کے گرتے ہی ملک ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔

مارکس کے اس فلسفے میں مذہب کو قوت محرکہ اور انقلاب خیز قوت تسلیم کرنے سے انکار کا عنصر موجود ہے۔ پرجوش کمیونسٹ اپنی مذہب دشمنی میں یہاں تک چلے گئے کہ مذاہب کے پیروکاروں کو پسماندہ' رجعت پسند اور سرمایہ پرست جیسے ذلت آمیز خطابات دیتے رہے۔

اس ضمن میں نیٹشے کی کتاب---- "یوں کہا زرتشت نے" کے مقدمہ نگار ڈاکٹر لیوی کی تحریر کا حوالہ دینا نامناسب نہ ہو گا' یہ خود بھی یہودی گھرانے سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ کہتا ہے:

> "سوشلسٹ' اس دنیا کو مادی مفاد کی عینک سے دیکھتے ہیں' لیکن بالغ نظر افراد جانتے ہیں کہ انسان کو محض مادی محرکات ہی عمل پر نہیں اکساتے۔ اس کے اندر نور فروزاں ہوتا ہے' اسے بعض "دیگر عناصر" سے بھی تحریک ملتی ہے۔"

"دیگر عناصر" سے ڈاکٹر لیوی کا اشارہ (کیونکہ وہ یہودی ہے) اس "سرچشمے" کی طرف ہے جس نے یہود کو فلسطین دوبارہ حاصل کرنے کی ترغیب دی اور انہوں نے اس کے لئے کئی قربانیاں دیں اور مسلسل متحرک رہے۔

ڈاکٹر لیوی کے بقول:

> "مارکس تاریخ کے مادی نظریئے کا علمبردار ہے' اس نے ہیگل کے

پیغام کو الٹ دیا ہے۔ ہیگل کا نقطہ نظر یہ ہے کہ ایک خیال (Idea) حقیقت کا روپ دھار لیتا ہے جبکہ مارکس اس کے برعکس یہ نظریہ پیش کر رہا ہے۔ کہ حقیقت (Matter) خیال کا روپ دھار لیتی ہے۔ مارکس کے نزدیک اقتصادی حالت ہر حال میں سیاسی طاقت کا پیش خیمہ بنتی ہے۔ ایک زمانے میں اس طاقت کے حاملین نے اقتدار کو جنم دیا اور اپنے دور کے نظریات کو فروغ دیتے رہے۔ جبکہ مارکس تاریخ کو اس جدل سے تعبیر کرتا ہے جو دولتمندوں (Haves) اور ناداروں (Have Nots) کے درمیان جاری ہے۔ چنانچہ ہیگل کی "روح کائنات" کی جگہ مارکس کی "طبقاتی کشمکش" سکہ رائج الوقت بن گئی۔"

ممتاز ہسپانوی مؤرخ لوئی کرال اپنی کتاب "دی ریپ آف یورپ" (The Rape Of Europe) میں مارکسی نظریات پر تنقید کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"مارکسی جدلیاتی تاریخ کے ٹیڑھے میڑھے راستے پر اس روحانی سطح کی وساطت سے نہیں پہنچا جس کا حوالہ ہیگل نے دیا تھا بلکہ تاریخی و اجتماعی فکر کی بدترین پست ترین اور ناقص ترین سطح سے ہو کر گزرا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی یہودی اپنی تاریخ کو حال کے مثبت زاویئے سے نہیں دیکھ سکتا بلکہ اسے مستقبل میں لے جا کر اس کا جائزہ لیتا ہے کہ اس کا ماضی محض خیالی اور روایتی نہیں بلکہ تاریخی ہے۔ یہ تاریخ ایک شجرے کی شکل میں مرتب ہوئی اور تیر کی طرح حال سے ہوتی ہوئی مستقبل کی تکمیل میں کھو جاتی ہے..... صفحہ 151

"اگر ہیگل کے نظریئے کے مطابق تاریخ اپنے نقطہ عروج پر پہنچ کر رک چکی تھی تو مارکس نے اسے نشیب کی طرف دھکیل دیا تاکہ گردش میں رہے۔ خواہ یہ گردش اس کو ٹکڑے ٹکڑے

www.ahnafmedia.com

ہی کیوں نہ کر دے..... صفحہ 168

اینجلز مارکس کا دوست تھا لیکن وہ مذہباً" عیسائی تھا' شاید اس نے غیر محسوس طور پر اپنے دوست کی فکر میں یہودیت کی بو سونگھ لی تھی۔ اس نے اس کے نظریات میں ترمیم کرنے کی کوشش کی لیکن یہودی فنکار اپنا کام کر گیا تھا اور اس کا زہر سارے یورپ کی رگوں میں سرایت کر چکا تھا۔

"اینجلز نے خود اپنے دوست کے گیارہ برس بعد اس کے نظریات کو روسی سرمایہ داری کے پیش نظر نرم کرنے کی کوشش کی لیکن لینن (یہودی) نے مارکس کے خیالات کو اپنا لیا اور انہیں پوری طرح استعمال کیا۔" ____ ریپ آف یورپ ص 174-

"لینن نے مارکس کے نظریات کو جو معنی پہنائے اس کا مطلب سارے یورپ اور اس کے سماجی طبقات کو ذلیل کرنا یا کم از کم ان ملکوں کو ہدف بنانا تھا جو صنعتی ترقی کر رہے تھے۔ مارکس نہایت بے حیائی سے انتقام کا آلہ کار بن گیا' اس نے بغاوت کا علم اٹھایا اور اس کے ساتھ ہی اس نظریئے کے جراثیم نے یورپ کے جسم میں پھیل کر خوفناک نتائج پیدا کئے۔" (دی ریپ آف یورپ ص 182)

مارکس 1883ء میں فوت ہوا جبکہ روس میں کمیونسٹ انقلاب 1917ء میں برپا ہوا۔ لینن نے اپنی زندگی یہودیت اور کمیونزم کے لئے وقف کر رکھی تھی۔ اسے جنگ عظیم کے دوران روس میں زار کے خلاف نفرت پھیلانے کے جرم میں جلاوطن کر دیا گیا تھا اور وہ جرمنی میں بیٹھا' جرمنوں ہی کے خلاف سرگرم عمل تھا۔ 15- مارچ 1917ء کو زار نے تخت سے دستبرداری کا اعلان کیا تو لینن دو سو مسلح یہودی کامریڈوں کے ساتھ سپیشل ٹرین کے ذریعہ رات کے اندھیرے میں روس کی سرحد پر پہنچا۔ ٹراٹسکی جو بغاوت کے

www.ahnafmedia.com

جرم میں روس بدر کیا جا چکا تھا وہ بھی تین سو مسلح یہودی کامریڈوں کے ہمراہ روس پہنچا۔ دونوں نے سٹالن کو اپنی آمد سے مطلع کیا اور تینوں نے بالشویک تحریک کو سنبھال لیا اور یہی تحریک بعد میں سرخ انقلاب کی شکل بن گئی۔

سرخ انقلاب کی کامیابی کے بعد ان لوگوں نے روسی مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ خفیہ پولیس نے مسلم کشی اور مسلم آزاری کے سلسلے میں ہر قسم کی شرافت اور حیاء کو بالائے طاق رکھ دیا۔ یہ اندوہناک اور لرزہ خیز داستان ابھی تک رقم نہیں کی جا سکی کہ مسلمانوں کو یہودیوں نے زیادہ دکھایا یا کمیونسٹوں نے۔

یہود کے خلاف عوامی نفرت

بیسویں صدی میں مغربی یورپ میں یہود کے خلاف عوامی سطح پر نفرت کے جذبات مزید شدت اختیار کر گئے کیونکہ جمہوریت کے نام پر جو لوگ منتخب ہو کر ان کی قسمتوں کے مالک بن رہے تھے وہ ان کے حقیقی رہنما نہ تھے۔ مٹھی بھر بااثر یہودی سرمائے کے بل بوتے پر منتخب ہو رہے تھے' سرمایہ دار یہود اپنی پسند کے لوگوں کو کامیاب کروا رہے تھے۔ فیکٹریوں میں کام کرنے والے مل ورکرز کانیں کھود کر لوہا اور کوئلہ نکالنے والے مائین ورکرز' زمین کا سینہ چیر کر فصلیں اگانے والے کاشتکار بمشکل اپنی زندگی کی گاڑی کھینچ رہے تھے۔ محنت کشوں کی بھلائی کے نام پر معرض وجود میں آنے والے کمیونزم پر بھی یہود کی گہری چھاپ موجود تھی جب لوگ دیکھتے کہ ان کے وطن میں غاصبوں کی طرح دھرنا مار کر بیٹھنے والے' خود کو جلاوطن سمجھنے والے' عوامی مقاصد سے کوئی ہمدردی نہ رکھنے والے یہود' عوام کے گاڑھے پسینے کی کمائی اور تجارت پر قابض ہیں اور امیرانہ ٹھاٹھ سے رہتے ہیں' انہیں اعلیٰ مقامات پر رسائی حاصل ہے' ملکوں ملکوں کے معاملات میں مداخلت کرتے ہیں حکومت کو قرضے دے کر اپنا مطیع بناتے ہیں' یہ فیکٹریوں بنکوں اور کانوں کے مالک بنے بیٹھے ہیں' جتنا روپیہ لگاتے ہیں اس سے کئی گنا کما لے جاتے ہیں انہیں دلچسپی ہے تو صرف اپنوں سے' یا یروشلم سے' جس سے وفاداری کا عہد وہ ہر روز تازہ کرتے ہیں---- "یروشلم! اگر میں تجھے بھول

جاؤں تو میرا دایاں ہاتھ اپنی عیاری کو بھول جائے" تو عوامی ذہن کو شدید دھچکا لگتا۔

عوام کو یہود سے ویسے بھی صدیوں سے دشمنی چلی آ رہی تھی۔ وہ خدا اور حضرت عیسیٰؑ سے بغاوت کرنے کے بعد بھی حضرت عیسیٰؑ پر ایمان رکھتے تھے جنہیں انہی یہود نے اذیتیں دی تھیں چنانچہ انتخابات کے موقع پر ہر ملک کا سیاسی نمائندہ اپنے ملک اور علاقے کی پسماندگی کے لئے یہود کو ذمہ دار ٹھہراتا' مخالف امیدوار کو یہود یا یہود کا ایجنٹ قرار دیتا اور عوام کا نمائندہ بن جاتا چنانچہ ہر انتخابی مہم میں یہ بات دوہرائی جاتی۔۔۔۔ "ہر مصیبت یہود کی پیدا کردہ ہے" اس رویئے کی وجہ سے مغربی یورپ میں ایک تحریک اٹھی جسے "سامی کش" (Anti-Semitism) تحریک کہا جاتا جو آج بھی شد و مد سے جاری ہے۔

یہ تحریک عوامی سطح پر نمایاں ہونے سے قبل بھی موجود تھی۔ یہود کے سامی وجود کو تو لوگ صدیوں پہلے محسوس کرتے آ رہے تھے مگر ہر نئے واقعہ کے پیچھے یہودی کی کارفرمائی کو دیکھ کر نفرتوں میں دن بہ دن ماہ بہ ماہ اور سال بہ سال اضافہ ہوتا رہا۔ لیکن بعد واقعات یا اتفاقات اچانک بھونچال بھی پیدا کر دیتے۔ مثلاً 1870ء میں فرانس کی تجارتی منڈیوں میں بحران پیدا ہو گیا۔ سرمایہ یہودیوں کے ہاتھ میں تھا۔ چنانچہ وہ اس بحران کے بھی مجرم (Manipulators) ٹھہرے۔ اسی دور میں ایک جرمن ولہم مار نے ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا "یہود کی جرمن پر فتح۔۔۔۔ غیر مذہبی نقطہ نظر سے محاسبہ۔" یہ کتاب سامی کش تحریک کی بائیبل بن گئی۔ اسے بے پناہ مقبولیت حاصل ہوئی' ایڈیشنوں کے ایڈیشن چھپتے اور چند دنوں میں ختم ہوتے جاتے۔

فرانس میں یہود کے خلاف چلنے والی نفرت کی آندھی جرمنی میں بھی پھیل گئی اور بیس برس تک ملک کی سیاسی اور معاشی زندگی کو متاثر کرتی رہی۔ اس سلسلے میں کئی مذہبی اور غیر مذہبی تحریکیں یہود کے خلاف ابھریں۔ یہاں تک کہ ان کا حلقہ اثر کالجوں اور یونیورسٹیوں میں بھی پھیل گیا۔ جرمن قوم سیاسی وحدت' آریائی نسل اور دوسری قوموں پر اپنی برتری قائم کرنے کے جذبے سے سرشار تھی۔ اس جذبے نے عیسائیت کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا کہ وہ بھی یہودیت کی پیداوار تھی لیکن حضرت عیسیٰؑ کو اس

www.ahnafmedia.com

سے مستثنیٰ قرار دینے کے لئے آریائی ثابت کیا گیا اور دعویٰ کیا گیا کہ آپؑ یروشلم کے باشندے نہیں بلکہ جلیلیہ کے رہنے والے تھے۔ اس خیال کو تقویت پہنچانے کے لئے جرمن فلاسفر اور تاریخ دان تریشکے (Treitshke) نے بڑا کام کیا۔ اس کا یہ مقولہ بہت مشہور ہوا۔۔۔۔ "یہود ہماری بدقسمتی ہیں۔"

فرانس میں سامی کش تحریک کو ایک اور واقعہ سے بھی تقویت ملی اور وہ یہ کہ یہودیوں نے پانامہ شہر بنانے کا ٹھیکہ حاصل کر لیا اور اس سلسلے میں انہوں نے اتنا روپیہ خورد برد کیا کہ فرانس کے ہزاروں شیئر ہولڈر پائی پائی کے محتاج ہو گئے۔ ان کے دلوں میں یہود کے خلاف نفرت میں مزید شدت پیدا ہو گئی' اس کے ساتھ انہیں طاقتور اور "باوقار" وزیراعظم کلیمنشو (Clemenceau) پر بھی شدید غصہ آیا تھا۔ یہودیوں نے مالی اور جنسی رشوتوں کے بل بوتے پر خرید لیا تھا اور اسے یہاں تک "زیر بار احسان" کر لیا کہ اس نے ان کی پسندیدہ شرط پر اتنا بڑا ٹھیکہ نسبتاً کم بولی کا ٹھیکہ دے دیا۔ جو فرانسیسی شہری وزیراعظم اور یہودیوں کی اس ملی بھگت کے نتیجے میں کنگال ہو گئے تھے ان کی نفرت ہر چہرے پر لکھی ہوئی تھی اور یہودی قدم قدم پر اس کا نشانہ بن رہے تھے۔

یہود نے عوامی نفرت کو محسوس کر کے اپنے داخلی دفاع کو مزید مضبوط بنانا شروع کر دیا۔ جو یہودی سرکاری ملازمتوں میں اعلیٰ عہدوں اور فوجی مہمات پر مامور تھے ان کی خفیہ سرکاری رازوں اور کاغذات تک رسائی ہو چکی تھی' وہ یہ کاغذات دشمن کے ہاتھ فروخت کر کے بڑی بڑی رقمیں حاصل کرتے اور اپنے اندرونی اور بیرونی مفادات کا تحفظ کر لیتے۔ اس سلسلے میں ایک یہودی کیپٹن الفرڈ ڈرفس کا نام مشہور ہے جسے راز چوری کرنے حکم عدولی اور بغاوت کے جرم میں کورٹ مارشل کر دیا گیا اس پر یہود نے دنیا بھر میں "ظلم کے خلاف احتجاج" کیا' حکومت فرانس جو پہلے ہی ان کے دباؤ میں چلی آ رہی تھی بالآخر اسے بری کر دیا' اور اسے ترقی دلوا کر اعلیٰ تر مقام بھی دے دیا۔

اس قسم کے واقعات کے پیچھے ان دنوں راتھس چائلڈ کا ہاتھ ہوا کرتا تھا' یہ بہت بڑا یہودی خاندان تھا جس کی دولت کا کوئی شمار نہ تھا۔ فرینکفرٹ' وی آنا' لندن' نیپلز

www.ahlehaq.com

اور پیرس میں کئی بنکوں کا مالک تھا۔ اکثر حکومتیں اس کے زیر اثر یا مقروض تھیں۔ اپنے اسی اثر و رسوخ اور لمبے ہاتھوں کے ذریعہ اس نے پہلی جنگ عظیم میں جرمن فوج اور اس کے جنگی نقشوں کے راز اتحادی طاقتوں تک پہنچائے اور اس کی قیمت کے طور پر یہود کے لئے فلسطین حاصل کیا۔ لیکن اس سازش پر ہٹلر نے یہود کو جو سزا دی اسے یہ قوم قیامت تک فراموش نہ کر سکے گی۔ نازیوں نے جرمنی میں ساٹھ لاکھ یہود کو کیفر کردار تک پہنچایا' اس سلسلے میں یہود نے سینکڑوں کتابیں لکھیں اور اپنی بے گناہی اور نازیوں کے مظالم کا رونا رویا لیکن ان کے جرائم دغا بازی کے سینکڑوں واقعات کس سے چھپے رہ سکتے ہیں۔

فحاشی اور عریانی کے اڈے

یہود نے ہر "ہتھیار" کو جو چل سکتا ہو' خوب چلایا اور میزبان ملکوں کے اخلاق کو تباہ کیا۔ انہوں نے اپنی سرگرمیاں سیاسی عیاری تک کبھی محدود نہیں رکھیں۔ عورت کو سیاسی عناصر تک رسائی کے لئے خصوصی ہتھیار بنایا۔ جرمنی میں انہوں نے کئی قحبہ خانے اور لواطت کے اڈے قائم کئے۔ ماہر جنسیات ہیولاک ایلس کے تیار کردہ ایک سروے کے مطابق برلن شہر میں 20 ہزار لونڈے جنس فروشی کرتے تھے۔ جرمن صحافی جولیس سٹریچر نے اس کاروبار کا ذمہ دار یہود ہی کو ٹھہرایا۔

انڈیانا یونیورسٹی (امریکہ) کے پروفیسر ابلاغیات سٹیون الن کار (Steven Carr) نے 2000ء میں "ہالی وڈ اینڈ اینٹی سیمٹزم" (Holly Wood & Anti-Semitism) کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس نے فلمی صنعت کی تاریخ کے مختلف ادوار میں نسل پرستی کے اثرات اور دونوں عالمی جنگوں کے درمیانی عرصے میں یہودیوں کے کردار پر سیر حاصل معلومات فراہم کی ہیں۔ اور بتایا ہے کہ یہودیوں نے دنیا کے اس سب سے بڑے فلمی مرکز کو کس طرح اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا۔ کتاب میں امریکہ میں یہودیوں کے خلاف پائے جانے والی نفرت کے واقعات پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ کتاب کیمبرج یونیورسٹی پریس نے شائع کی ہے۔

www.ahnafmedia.com

کتابیں غائب کرانا

جیرالڈ سمتھ نے بین الاقوامی یہود کے نام سے ایک کتاب لکھی جسے ناپید کرنے کے لئے یہودیوں نے ایک ایک کتاب آٹھ آٹھ سو ڈالر میں خرید کر "امیوں" کے ہاتھ لگنے سے بچا لی۔ اس کتاب میں جرمنوں کے خلاف یہود کی کارگزاریوں پر سے پردہ اٹھاتے ہوئے فاضل مصنف لکھتا ہے:

"یہود نے ہمیشہ یورپی قوموں کے باہمی تنازعات میں ناجائز دخل اندازی کی اور امن و جنگ' دونوں صورتوں میں اس کے فوائد حاصل کئے۔ راتھس چائلڈ (جس کا ذکر پچھلے صفحات میں آ چکا ہے) خاندان نے ان معاملات میں بڑا اہم کردار ادا کیا اور دوسرے دولتمند یہودی خاندانوں سے مل کر پہلی جنگ عظیم میں جرمنوں کو شکست دلانے میں بھرپور حصہ لیا۔ وہ امیر یہودی جو جرمن فوجوں کو خوراک اسلحہ اور گولہ بارود فراہم کرنے کے ٹھیکیدار تھے وہ گھٹیا مال سپلائی کرتے' جرمن مزدوروں اور کارکنوں کو ہڑتالیں اور پرتشدد مظاہرے کرنے کی ترغیب دیتے اور یہ کام اتنے "مخلوص اور شائستگی" کے ساتھ کرتے کہ جرمن حکام کو ان کی سبوتاژ کی کارروائیوں کا احساس تک نہ ہو سکا۔ اس پر طرہ یہ کہ انہوں نے امریکہ پر دباؤ ڈال کر اسے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کرنے پر آمادہ کر لیا۔ ان کی چال کا کمال یہ ہے کہ پہلے تو یہ جنگ کا میدان گرم کرتے ہیں' بعد میں ان کے دشمنوں کی امداد کرنے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ دونوں اطراف سے اپنا مفاد حاصل کرتے ہیں۔ جنگ کے اختتام پر فاتح اور مفتوح کے درمیان شرائط صلح طے کرتے ہیں اور ہر طریقے پر اپنی جیت کا واضح اطمینان کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ شکست کھانے والے

www.ahnafmedia.com

ملک سے بھی اپنے دیئے ہوئے قرضوں کی پائی پائی وصول کر لیتے ہیں۔ صلح نامہ ورسائی (Versailles - 1919) اس کی واضح ترین مثال ہے۔"

پہلی جنگ عظیم میں امریکہ کا ملوث ہونا امریکی یہودیوں کے شدید دباؤ اور چالبازیوں کا نتیجہ تھا جب جنگ شروع ہوئی تو امریکی حکومت اس سے لاتعلق رہنا چاہتی تھی لیکن یہودی اس میں شریک ہونے کے لئے بے چین تھے۔ ان کی یہ خواہش برنارڈ باروچ کی کوششوں سے پوری ہوئی جو صدر ولسن کا گہرا دوست اور دست راست تھا' اسے وہائٹ ہاؤس میں اتنا رسوخ حاصل تھا کہ وہ خود کو امریکہ کا بنجمن ڈسرائیلی (Disraeli) قرار دیتا تھا' جنگ کے دوران اس نے امریکی کانگریس سے بھی خطاب کیا اور کہا کہ میرے اثر کو امریکہ میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔ یہ دعویٰ کرنا بے جا نہ ہو گا کہ اگر یہ شخص نہ ہوتا تو امریکی قوم اس جنگ سے بدستور علیحدہ رہ سکتی تھی۔

جہاں تک امریکی عوام کا تعلق تھا وہ اصل صورت حال سے بالکل بے خبر تھے۔ کسی نے جنگ چھڑنے سے پہلے اس شخص کا نام تک نہ سنا تھا لیکن جنگ کے زمانے میں وہ حقیقی معنوں میں امریکہ کا ڈکٹیٹر بن گیا' فی الواقع امریکیوں کا وہ رہنما بن گیا اور غلط فیصلے کرانے میں زبردست مہارت کا مظاہرہ کرنے لگا۔

جنگ کے بعد صلح کانفرنس میں بھی باروچ نے بڑا اہم کردار ادا کیا اور وہ اس کانفرنس میں وفد کے رکن کی حیثیت سے شریک ہوا جس کی صدارت ولسن نے کی تھی باروچ کے علاوہ بھی کئی اور یہودی کانفرنس کے خفیہ اجلاسوں اور نشستوں کی کارروائیاں مانیٹر کرتے رہے۔

امریکہ کے یہودی ہفت روزہ "نیوز ویک" نے اپنے 5- جون 1957ء کے شمارے میں یہودیوں کے برطانیہ سے خفیہ معاہدے کو از خود افشا کیا اور لکھا:

"پہلی جنگ عظیم کے دوران جرمنی کے خلاف یہود کی اعانت حاصل کرنے کی کوشش کی گئی۔ حکومت برطانیہ نے اعلان بالفور جاری کیا جس میں صیہونی اغراض و مقاصد کی حمایت کا وعدہ کیا گیا

www.ahnafmedia.com

تھا۔"

نیوز ویک کی اس رپورٹ کی تائید فلسطین رائل کمیشن رپورٹ کے اس اقتباس سے ہوتی ہے۔

"یہودی لیڈروں نے ہم سے یہ حتمی وعدہ کیا تھا کہ اگر اتحادیوں نے فلسطین میں ان کے قومی وطن کے قیام کے لئے سہولتیں بہم پہنچانے کا عہد کر لیا تو وہ اتحادی مقاصد کی حمایت کے لئے یہود کی اعانت مجتمع کرنے کی پوری پوری کوشش کریں گے۔"

یہ معاہدہ رنگ لایا۔ یہود نے جرمنی کی تمام کوششوں پر پانی پھیر دیا۔ جس ملک نے چند سال قبل انہیں پناہ دی' ان کو وطنیت کا حق دیا' تجارت اور کاروبار کے سارے حقوق سونپے جن کی دولت اور عزت کا دار و مدار جرمنوں کے خون پسینے پر تھا' موقع پر یہود نے جرمنی کو ایسے ڈسا کہ پندرہ برس تک اسے سر اٹھانے کی ہمت نہ ہو سکی۔ اسے ایسا معاہدہ صلح قبول کرنا پڑا جس کی رو سے وہ سانس تک نہیں لے سکتا تھا۔

یہ یہودی سازشوں کا ادنیٰ سا کرشمہ تھا۔ لیکن یہ واقعہ صرف جرمنی ہی میں رونما نہ ہوا تھا' اس سے پہلے مسلمانوں نے انہیں سپین میں کلی اختیارات بخشے تھے۔ بغداد میں مساوی حقوق دیئے' ترکی میں وزارتیں عطا کیں۔ مصر میں شاہی طبیب خاص کے عہدے پر بھی فائز کیا لیکن وہ بچھو کا کردار ادا کرنے سے باز نہ آئے۔ ہر مقام اور ہر موقع پر سازشیں کر کے مسلمانوں کو زک پہنچاتے رہے۔

www.ahnafmedia.com

نواں باب

فلسطین

یہود فلسطین کو تو صدیوں سے اپنے خوابوں میں سجائے ہوئے تھے اور "ارض موعود" پر بلا شرکت غیرے قبضہ کرنے کے لئے طویل المیعاد اور قلیل المیعاد منصوبے اور سازشیں کرنے میں مصروف رہے۔ کیونکہ اس قبضے کو وہ اپنا مذہبی، معاشرتی اور سیاسی حق سمجھتے ہیں۔ اس کے حوالے سے شاعر مشرق علامہ اقبال کا یہ شعر بہت برمحل ہے۔

ہے خاک فلسطین پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ حق نہیں کیوں اہل عرب کا

یہودیوں کو اپنی بداعمالیوں کی جو سزا ملی، وہ اسے خندہ پیشانی سے سہتے رہے اور مختلف ملکوں میں اپنا سر چھپانے کے لئے مقامی لوگوں کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے لیکن ارض فلسطین میں واپسی کے خیال کو کبھی ذہن سے نکلنے نہیں دیا۔ "اعلان بالفور" نے ان کی آنکھوں میں امید کے چراغ جلا دیئے۔ ایک جرمن یہودی موسیٰ ہیٹس (1812-1875) نے صیہونیت کا علم بلند کر دیا۔ اس نے "روم اور یروشلم" کے عنوان سے 1862ء میں ایک کتاب لکھی جس میں اس نے فلسفے، سوشلزم، سائنس اور مذاہب عالم کی بنیادوں پر اپنے فکر کی تعمیر کرتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ "اب ساری دنیا کا مستقبل یہود کے ہاتھ میں ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ فوراً" اپنی قومی آزادی کے لئے جدوجہد کر کے ایسے مقام پر پہنچ جائیں جہاں سے وہ ساری دنیا کا احاطہ کر سکیں، چاروں اطراف سے ان کے ساتھ بھی فوری رابطہ قائم ہو سکے۔ اور

www.ahnafmedia.com

مقام..... ان کے دلوں کا مرکز..... ان کی مقدس سرزمین..... یہوا کی بادشاہت کا اصل وطن..... ارض فلسطین ہے۔"

چنانچہ مختلف ممالک میں آباد زندگی کے مختلف شعبوں میں مصروف یہودیوں نے مرحلہ وار پروگراموں کے تحت فلسطین کا رخ کر لیا' موسیٰ ہیٹس کے علاوہ بھی یہودی مفکرین صحافیوں ادیبوں اور دانشوروں نے اس موضوع پر کتابیں لکھیں۔ آسٹریا' روس' جرمنی اور فرانس میں "یہودی ریاست" کے حق میں مضامین اور مقالات چھپنا شروع ہو گئے۔ جو جو یہودی کسی وجہ سے اپنے کاروبار میں سیٹ نہیں ہو رہے تھے یا کسی مقامی مسئلے سے دوچار تھے انہیں "چلو چلو فلسطین چلو" کے مشورے ملنے لگے۔ متمول تاجر اور صنعت کار یہودی ان مفلوک الحال لوگوں کو چندے اکٹھے کرنے' بھاری بھاری رقوم دے کر فلسطین کے لئے وداع کرتے اور وہاں زمینیں خریدنے کے لئے بھی رقوم دیتے۔

اسی طرح جرمن فلسفی تھیوڈور ہرزل کی تصنیف "یہودی ریاست" نے بھی جو 1896ء میں لکھی گئی دنیا بھر کے یہودیوں کو فلسطین پہنچنے اور اپنے قائدین کی "ہدایات" کے مطابق عمل کرنے کی تلقین کی۔ ہرزل نہایت متعصب یہودی تھا اور تمام مروجہ مذاہب سے شدید نفرت و بغض رکھتا تھا۔

1887ء میں روسی یہودیوں نے "محبان صیہون" (Lovers of Zion) نام سے ایک پارٹی کی بنیاد رکھی۔ اس پارٹی کے بعض سرگرم ارکان پر تقریباً چھ برس بیشتر زار الیگزنڈر (ثانی) کے قتل کا الزام لگا جس پر حکومت نے ان کی خوب درگت بنائی اور ان میں سے زیادہ تر فرار ہو کر امریکہ اور یورپ پہنچ گئے۔ بعض روسی یہودی فلسطین جا پہنچے جہاں انہوں نے طبریہ سفید اور یروشلم میں آباد کاری کے لئے خلافت عثمانیہ سے اجازت مانگی۔ اجازت نامے کے لئے انہوں نے رشوت اور سازش دونوں سے کام لیا۔ ترک حکومت نے یہودی اور عیسائی زائرین کو یروشلم کے مذہبی مقامات پر رسوم ادا کرنے کے لئے کافی فیاضی سے کام لیا تھا لیکن یہودیوں کو آباد کاری کی اجازت نہ دی۔

فلسطین پہنچنے والے یہودیوں نے تھیوڈور ہرزل کی اس نصیحت کو ہمیشہ طرز جاں

www.ahnafmedia.com

بنائے رکھا:

"جب تک یہودیوں کو اپنا وطن نہیں ملتا' انہیں سکون نصیب نہیں ہو سکتا۔ اس قومی اور مذہبی نصب العین کے لئے..... اور اپنے مقصود کو حاصل کرنے کے لئے ہر حربہ اور ہر ہتھیار جائز ہے۔ زن' رشوت' شراب اور فحاشی---- جہاں یہ کام نہ دیں تو قتل کرنے سے گریز نہ کیا جائے۔"

یہود نے جس سرزمین کو اپنے صدیوں کے خواب کی تعبیر قرار دیا وہ ان کی صدیوں کی غلط فہمی اور صدیوں کا فریب تھا' انہیں فلسطین پر غلبہ حاصل کرنے اور وہاں ریاست قائم کرنے کا کوئی اخلاقی' قانونی اور تاریخی جواز موجود نہیں تھا۔ 1914ء میں فلسطین میں ان کی تعداد عربوں کے مقابلے میں آٹھواں حصہ تھی۔ اور حالت یہ تھی کہ یورپ میں جب انہیں اپنی غلط حرکتوں اور سازشوں پر مار پڑتی تو وہ فلسطین کا رخ کرتے لیکن جب اس کے وحشت خیز صحراؤں اور بے آب و گیاہ زمینوں کو آباد کرنا پڑتا تو ان کا مذہبی جذبہ سرد پڑ جاتا اور جب انہیں کبھی خبر ملتی کہ جرمنی' اٹلی' برطانیہ' پولینڈ' ترکی یا یورپ کے کسی اور حصے میں یہود کو قدرے سکون کی زندگی حاصل ہے تو وہ پھر بھاگ نکلتے اور یہوا کی موعود سرزمین سے فرار ہونے میں ہی عافیت سمجھتے تھے۔

ممتاز برطانوی مؤرخ ٹائن بی' فلسطین کے سرزمین یہود ہونے کے دعوے کو مضحکہ خیز اور احمقانہ قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

"اٹھارہ سو برس کے بعد یہ بات ہرگز نہیں کہی جا سکتی کہ فلسطین یہود کا وطن ہے' ورنہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ (یو ایس اے) ریڈ انڈینوں کی ملکیت ہے۔ اگر ایسی بات ہوتی تو برطانیہ اور دوسرے کئی ممالک کی صورت حال بالکل بدل جائے گی۔ میرے خیال میں یہود کا فلسطین پر بجز اس کے کوئی حق نہیں کہ وہ وہاں ذاتی جائدادیں خرید سکتے ہیں۔ انہیں وہاں ریاست قائم کرنے کا

www.ahnafmedia.com

کوئی حق نہیں۔ یہ بے حد بدنصیبی کی بات ہے کہ وہاں مذہب کی بنیاد پر ایک ریاست قائم کر دی گئی ہے۔"

ایچ ڈی ویلز اپنی کتاب (The Outlook For Homosapiens" میں لکھتا ہے:

"ہمیں جاننا چاہئے کہ بائبل کا تربیت یافتہ یہودی سخت ضدی اور ہٹ دھرم ہے جس نے وکیلانہ استدلال کی تربیت پائی ہے۔ عیسائیوں نے گھاٹے کا سودا کیا لیکن اپنی بات پر اڑے رہے۔ یہیں سے عرب قوم کی مصیبت کا آغاز ہوا۔ ولیم شیکسپیئر نے یہود کی بے رحم ضد کو شائی لاک کی صورت میں دیکھا۔ یہ یہود آج بھی یہوا کی جان کو آنے کے لئے "دیوار گریہ" سے لپٹ کر اس وعدے کی تکمیل چاہتے ہیں جس سے اس نے مستقل طور پر انحراف کیا اور اب وہ برطانیہ کا سر کھا رہے ہیں کہ اعلان بالفور کی روشن امیدوں کو پروان چڑھائے۔ انہیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ برطانیہ متضاد معاہدوں میں جکڑا ہوا ہے۔ ان لوگوں کو' ان صیہونیوں کو باہمی خطرات اور اپنی قوم کے باہمی مفادات کا بھی غم نہیں۔ ساری دنیا جائے جہنم میں' ان معاملوں میں صیہونیوں کو دنیا کے ساتھ کوئی علاقہ نہیں۔ ان کا طرز عمل غضبناک قرض خواہ جیسا ہے۔ ان کے لئے معاہدات' اعلانات اور عہد نامے رگ جان کی حیثیت رکھتے ہیں۔ انہیں اس سے بحث نہیں کہ امی دنیا طرح طرح کے مصائب سے دوچار ہے۔ دنیا کی کوئی قوم انہیں ان کی شرائط پر قبول نہیں کر سکتی۔"

محض بالفور کا خط اور جرمنوں کے خلاف یہودیوں کی سازش ہی انہیں فلسطین پر تسلط دلوانے کے لئے کافی نہ تھی۔ اس کے لئے جو دوسری وجوہ تھیں وہ بھی بدنیتی پر مبنی تھیں جنہیں سمجھنے کے لئے کسی دور از کار منطقی دلیل پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ مثلاً

www.ahnafmedia.com

1- امریکہ اور یورپ کے تمام ممالک یہود کو آزاد شہری بنا کر ان کی ریشہ دوانیوں اور ہوس زر کا مزا چکھ چکے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ یہ عیار قوم ان کی بادشاہتوں، سلطنتوں، مذہب، تہذیبوں اور سرمائے پر ہاتھ صاف کر چکی ہے اور اگر اس کے یہی اطوار رہے تو وہ دن دور نہیں جب امریکہ اور یورپ کا ہر شخص ان کی ہوس کی چکی میں پس رہا ہو گا۔ چنانچہ وہ ان سے ہر قیمت پر نجات پانا چاہتے تھے۔ انہیں باہر دھکیلنے کے لئے یہ مناسب ترین موقع تھا۔

2- یہود نے امریکہ اور برطانیہ کے بیشتر اشاعتی اداروں، اخبارات و جرائد اور پریسوں پر اس طرح قبضہ کر لیا تھا کہ ان دونوں ملکوں کے عوام کے ذہن ان کے فراہم کردہ مواد پر پلتے تھے (یہ صورت حال اب بھی برقرار ہے) امریکہ کے نشریاتی ادارے اور بنک یہود کی ملکیت میں جا رہے تھے اور یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے۔ ہالی وڈ اور فلمی دنیا پر ان کا تسلط ہے۔ منشیات اور فحاشی کے کاروبار کے پیچھے انہی کا سرمایہ کام کر رہا تھا۔ چنانچہ ان مصیبتوں سے نجات کا واحد راستہ یہ تلاش کیا گیا کہ اس بلا کو عربوں کے سر منڈھ دیا جائے اور انہیں اسرائیل میں آباد کر دیا جائے۔

www.aamfreeda.com

دسواں باب

پروٹوکولز---- خوفناک منصوبہ

پچھلے باب میں "محبان صیہون" کے مقصد قیام کا ذکر آ چکا ہے جس کے تحت دنیا بھر کے یہودیوں کو "ارض موعود" پر یورش کرنے کا اذن عام دیا گیا تھا اور انہیں راستے کی رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے بھی واضح ہدایات دے دی گئی تھیں۔ اب ہم دوسری خفیہ تنظیموں کا ذکر کر رہے ہیں' جن میں سے زیادہ قابل ذکر "فری میسنز" (Free Masons) ہیں۔ اس تنظیم کو دیگر مذاہب سے نمٹنے کے لئے ایک لائحہ عمل دیا گیا۔ جو یہ تھا:

1- لوگوں کو مذہب سے بیگانہ اور بدظن کیا جائے' مقامی مذاہب کا تنقیدی مطالعہ کر کے ان میں سے منفی نقاط یوں ترتیب دیئے جائیں کہ انہیں پھیلا کر انتشار کی صورت پیدا کی جا سکے۔ عوام کے ذہنوں پر مذہب کی ایسی بھیانک تصویر بٹھائی جائے کہ وہ اگر مذہب دشمن نہ بن سکیں تو کم از کم لبرل اور سیکولر ضرور بن جائیں۔

2- مختلف مذاہب کی مقتدر اور معتبر شخصیات کو آپس میں لڑایا جائے۔ مذہبی کتابوں کے اوراق پھاڑ کر راتوں کو عام جگہوں پر یوں پھیلا دیا جائے کہ یہ مخالف فرقے یا مذہب کی کارستانی دکھائی دے۔

3- جن مذاہب یا فرقوں کے درمیان پہلے سے چپقلش چلی آ رہی ہو اس کو تیز تر کر دیا جائے' ممکن ہو تو نمایاں اور معتبر افراد کو ایسے طور پر قتل کر دیا جائے کہ مخالف فریق اس ذمہ داری سے نہ بچ سکے۔

اس تنظیم کی شاخیں دنیا کے تقریباً ہر ملک کے اہم شہروں میں قائم کی گئیں۔

مقامی آبادی کے ممتاز لوگوں کو اس کی رکنیت کے دائرے میں لانے کے لئے تدابیر اختیار کی جائیں۔ متعدد مسلم ممالک میں فری میسنز کی قابل اعتراض سرگرمیاں حکام کے نوٹس میں آئیں تو انہوں نے ان کو خلاف قانون قرار دے دیا۔ پاکستان میں 1960ء کے عشرے میں فری میسنز کو ممنوع قرار دے کر اس کی عمارتوں پر بھی سرکار قبضہ کر لیا گیا تھا۔

خفیہ دستاویزات

1918ء میں یہود کی ایک عظیم سازش پکڑی گئی جس کے انکشاف پر پورے یورپ میں ایک تہلکہ سا مچ گیا۔ یہ خفیہ دستاویزات "Protocols Of The Elders of Zions" کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ ان میں یہود کے وہ منصوبے درج ہیں جو انہوں نے دنیا کو اپنا غلام بنانے کے سلسلے میں تیار کئے تھے اور زار روس---- الیگزنڈر دوم کو ان منصوبے کے تحت قتل کیا گیا تھا۔

سازش طشت از بام ہو جائے یا ناکام ہو جائے اس سے جان چھڑانے اور اس کے وجود سے انکار کئے بغیر کوئی راستہ نہیں ہوتا۔ چنانچہ یہود نے ان سے مسلسل اظہار لاتعلقی کیا۔ "عالمی انصاف" کو پکار پکار کر اپنی بے گناہی کا یقین دلایا لیکن شواہد کی جو کڑیاں یکے بعد دیگرے آپس میں ملتی رہیں، ممتاز شخصیات کے پراسرار قتل و اغوا کے جو واقعات منظر عام پر آتے رہے وہ "پروٹوکولز" کے مقاصد کے ساتھ اتنی گہری مناسبت رکھتے تھے کہ یہودیوں کی کذب بیانی کا پردہ مسلسل چاک ہوتا رہا۔

زار الیگزنڈر دوم کا پراسرار قتل روسی تاریخ کا نہایت اہم موڑ تھا، تمام قرائن اس میں یہود کے ملوث ہونے کی طرف اشارہ کر رہے تھے اور پروٹوکولز کا ذکر بھی آ رہا تھا جبکہ یہود اس سے اپنی لاتعلقی ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ 1894ء میں زار کے جانشین نکولس دوم نے تخت سنبھالا تو اس کے سامنے بھی یہود نے بے گناہی کے ثبوت پیش کرنا شروع کر دیئے، استغاثہ نے بھی زار کو اپنے موقف سے باخبر کر دیا۔ یہود

www.ahnafmedia.com

کو جب پتہ چلا کہ نکولس نے اپنی تسلی کے لئے پروٹوکولز کی نقول منگوا لی ہیں تو نادیدہ ہاتھوں نے اچانک حملہ کر کے نکولس کو اس کے پورے خاندان سمیت ہلاک کر دیا۔

پروٹوکولز کے سلسلہ میں جو شواہد مل رہے تھے' ان میں ایک یہ بھی تھا کہ یہودیت سے تائب ہونے والا ایک شخص جیکب بریف 1858ء میں جب آرتھوڈاکس سیمیناری میں عبرانی زبان کا استاد مقرر ہوا تو ثابت کیا کہ روس کے یہود' سرکاری احکامات کی خلاف ورزی کو اپنا تقاضہ ایمان سمجھتے ہیں اب بھی اپنی "قومی عدالت" چلا رہے ہیں اور خفیہ جماعت "کہل" حسب دستور اپنا کام کر رہی ہے جس کا مقصد عیسائیت کو بدنام کے لوگوں کو اس سے نفرت دلانا ہے۔ اس طرح یکے بعد دیگرے ملنے والے شواہد نے یہود کی زبان صفائی گنگ کر دی لیکن منصوبے پر عمل درآمد کی رفتار تیز تر ہو گئی۔

سازش کا انکشاف

یورپ کے مختلف مراکز پیش آنے والے واقعات کے بعد روسی ماہرین اور مفکرین نے متعدد مقامات پر اجلاس کئے اور ان میں مستقبل کے منصوبے بنائے لیکن ان میں سے ایک اجلاس بڑی اہمیت رکھتا تھا کیونکہ اس میں ان کے وہ رہنما شریک ہوئے جنہیں ان کی اصطلاح میں 33 ویں درجہ کے نمائندے کہا جاتا ہے۔ اس سے قبل ذیلی کمیٹیوں کی کئی نشستیں ہوئیں' جن میں پچھلی کارگزاریوں کی روشنی میں نئی تجاویز مرتب کی گئیں۔ اور حتمی منظوری کے لئے اس اجلاس میں پیش ہوئیں۔ ان نمائندوں نے بڑے غور و خوض کے بعد ان پر اپنے تائیدی و تصویبی دستخط کئے مختلف نوعیت کے مسائل اور ان کے حل کو "پروٹوکولز" کا نام دیا گیا۔

چند سال بعد ان پروٹوکولز کی ایک کاپی یہود کی خفیہ تنظیم فری میسن کی ایک اعلیٰ عہدیدار خاتون کے گھر سے چوری ہو گئی۔ جو کسی طرح 1902ء میں دو روسی اخباروں نے شائع کر دی۔ روسی پادری پروفیسر سرجائی' اے' نائلس (Sergyei A. Nilus) نے اس کے اندر دنیائے عیسائیت کے خلاف ایک عظیم سازش کو محسوس کیا اور اسے جذبہ

www.ahnafmedia.com

خدمت مذہب و انسانیت کے تحت 1905ء میں کتابی صورت میں شائع کر دیا یہ کتاب بے حد مقبول ہوئی۔ 1917ء تک اس کے چار ایڈیشن شائع ہوئے۔ اس کی مقبولیت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ سالہا سال سے یورپ بھر میں رونما ہونے والے واقعات و "حادثات" کا کسی نہ کسی طریقے سے یہودیوں کے ساتھ رشتہ جڑ رہا تھا اور انہی کے مفادات کو تقویت مل رہی تھی۔

اس کتاب کے دوسرے ایڈیشن کی ایک کاپی روسی سفیر سے پاس ہو کر برٹش میوزیم لائبریری میں پہنچ گئی۔ پروٹوکولز کو روس میں رائس پیپر پر بھی ٹائپ کیا گیا اور انہیں وسیع پیمانے پر سائبیریا میں مفت تقسیم کیا گیا۔ وہیں سے ایک نسخہ 1919ء کے اواخر میں امریکہ پہنچ گیا۔ جہاں اس کا بڑے اہتمام کے ساتھ انگریزی ترجمہ شائع ہوا۔ دریں اثناء روس میں مارننگ پوسٹ کا نمائندہ خصوصی وکٹر ای مارسڈن (Victor E. Marsden) ماسکو میں اپنی دو سالہ سزائے قید بھگتنے کے بعد انگلستان پہنچا تو اس نے پہلی فرصت میں برٹش میوزیم لائبریری میں بیٹھ کر اس کا انگریزی ترجمہ کیا۔ پہلے شائع ہونے والے امریکی ترجمے سے بہتر ثابت ہوا اور زیادہ آسانی سے سمجھ میں آ رہا تھا۔ انگلستان میں یہ ترجمہ 1920ء میں شائع ہوا۔

جرمنی میں فیوہرر ہٹلر نے بھی جو پہلے سے یہود گزیدہ تھا اس کے کئی زبانوں میں ترجمے کرائے مگر اس میں حیرت کی بات یہ تھی کہ جتنے پیمانے پر جرمنی میں یہ شائع ہوتے اتنی ہی تیزی سے نایاب ہو جاتے۔ کیونکہ جہاں بھی کتاب چھپتی یہودی یا ان کے ایجنٹ اس کے سارے نسخے خرید کر تلف کر دیتے۔ تاکہ دنیا ان کے عزائم سے ناواقف رہے۔

فری میسن تحریک آجکل بھی دنیا بھر میں کام کر رہی ہے مگر جن ممالک میں اسے غیر قانونی قرار دے دیا گیا ہے وہاں اس کا نام بدل دیا گیا ہے۔ مگر ہر جگہ اس میں عورتوں کے لئے دروازے بند ہیں۔ کیونکہ ابتدائی راز ایک عورت ہی نے منکشف کیا تھا' غیر سرکاری تنظیموں (N.G.O's) میں سے بیشتر "فی میسنری" کے مقاصد کی

تکمیل کر رہی ہیں۔ بظاہر یہ مخیرانہ (Philanthropist) سرگرمیوں میں مصروف ہیں لیکن اصل مقاصد دوسرے ہیں۔

آیئے اب پروٹوکولز کے بارے میں دنیا کی ممتاز شخصیات اداروں اور تنظیموں کی آراء اور تبصروں پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

پراسرار پیشگوئی

"جب سے یہود کی عالمی تسخیر کی پیشگوئی سامنے آئی ہے' اس سے پہلے یہ جزوی طور پر عملی جامہ پہن چکی تھی بلکہ اس میں کافی پیشرفت ہو چکی ہے۔ کیا ہم جرمنوں کے عالمی تسلط کے لئے قائم شدہ خفیہ تنظیم کو تباہ کرنے میں سال ہا سال تک مصائب اس لئے برداشت کرتے رہے کہ اس کے پنجے سے بھی زیادہ خطرناک اور زیادہ پراسرار منصوبے سے دوچار ہو جائیں؟ کیا ہم شکنجہ جرمن میں پھنسنے سے اس لئے بچ گئے تھے کہ ہم پنجہ یہود میں آ جائیں۔" (دی ٹائمز۔ لندن۔ 8۔ مئی 1920ء)

"اس خوفناک فرقے نے اپنے تسلط کے لئے جو منصوبہ بنا رکھا ہے اس کے پہلے مراحل طے ہو چکے ہیں یعنی عام انقلاب برپا کرنے کے لئے کئی تختے الٹ دیئے جائیں گے۔ تمام مذاہب داخلی انتشار سے دوچار ہو جائیں گے۔ ملکیتیں مٹ جائیں گی' قانون شکنی عام ہو جائے گی اور معاشرہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔"

ایبے باروویل (1797) مضمون بعنوان
"مسیحیت دشمن منصوبہ"

"جب تک بالشوازم کو بیخ و بن سے اکھاڑ نہیں دیا جاتا یہ کسی نہ

کسی شکل میں یورپ میں پھیلتا رہے گا اور بالاخر دنیا کے دیگر حصوں میں بھی جا پہنچے گا۔ کیونکہ اس کے پیچھے یہودی ذہن کار فرما ہے اور وہی اس کے سلسلے کو آگے پھیلا رہے ہیں' اس فرقے کی کوئی قومیت نہیں اس لئے دنیا کے نظم و ضبط کو تباہ کرنا ان کے مفاد میں ہے۔"

برٹش گورنمنٹ وہائیٹ پیپر۔ رشیا' نمبر1 (1919)

"اب اس امر کا ٹھوس ثبوت مل چکا ہے کہ بالشوازم ایک بین الاقوامی تحریک ہے جس کا کنٹرول یہودیوں کے پاس ہے۔ امریکہ' فرانس' روس اور انگلستان میں موجود یہودیوں کے درمیان اس سلسلے میں روابط قائم ہیں اور اشاروں اور ہدایات کا سرگرمی سے تبادلہ ہو رہا ہے تاکہ وہ اپنے اقدامات میں ہم آہنگی پیدا کر سکیں۔"

ڈائریکٹوریٹ آف انٹیلی جنس ہوم آفس
سکاٹ لینڈ یارڈ لندن۔ غیر ملکی سفارت
خانوں کو بھیجی گئی رپورٹ
16- جولائی 1919ء

"یہودیوں کی یہ تحریک نئی نہیں ہے۔ سپارٹاکس ویشاپٹ (Spartacus Weishaupt) (جو 71ء ق-م کی غلاموں کی بغاوت کا لیڈر تھا) کے زمانہ سے لے کر کارل مارکس تک---- اور ٹراٹسکی (روس) سے لے کر بیلا کون (ہنگری) تک روسہ لکسمبرگ (جرمنی) سے لے کر ایما گولڈ مین (امریکہ) تک کئی

www.ahnafmedia.com

عالمگیر سازشیں ظہور میں آتی رہی ہیں جن کا مقصد تہذیب کو تباہ کرنا اور معاشرے کو ایک مخصوص بنیاد پر دوبارہ منظم کرنا ہے جو ان کے خبث باطن اور کینہ پروری کے مقاصد کی تکمیل کر سکے گا۔ اور ایک ناقابل عمل مساوات قائم کرے گا۔"

ونسٹن چرچل: السٹریٹڈ سنڈے ہیرالڈ

8- فروری 1920ء

"جو لوگ "پروٹوکولز" کی اشاعت کو محض الزام تراشی یا ہتک سمجھتے ہیں، ان کے پاس اس کے ازالے کا ایک راستہ کھلا ہے۔ انہیں بس اتنا کرنا چاہئے کہ پروٹوکولز کی تصنیف سے انکار کی بجائے ان میں سے ظاہر ہونے والی پالیسی کی برملا مذمت کریں۔ لیکن جب آپ انہیں پڑھیں تو کوئی بھی معقول شخص ان سے ظاہر ہونے والے سچ کا انکار نہیں کر سکتا۔

نارمن جیکیوئس، ممبر پارلیمنٹ

کینڈین ہاؤس آف کامنز- 9- جولائی 1943ء

"موجودہ دور کے حالات دیکھ کر مجھے "پروٹوکولز" کے متعلق صرف یہ کہنا ہے کہ صورت حال صیہونی منصوبوں کے بالکل مطابق ہو رہی ہے۔ یہ 16 سال پیشتر شائع ہوئے تھے۔ یہ نہ صرف موجودہ حالات پر صادق اترتے رہے ہیں بلکہ آج بھی ویسے ہی اتر رہے ہیں۔

ہنری فورڈ نیویارک ورلڈ 17- فروری 1921ء

---

www.ahnafmedia.com

یہ افسانہ نہیں، یہ خوفناک حقیقت ہے

جس کسی نے بھی پروٹوکولز کے لئے اپنا ذہن استعمال کیا ہے بلاشبہ وہ فطرت انسانی، تاریخ، اور امور ریاست کا گہرا ادراک رکھتا تھا۔ اور ان حقائق سے بھی مکمل طور پر آگاہ تھا جو بالاخر اقتدار کی منزل سے ہمکنار کر دیتے ہیں۔ یہ کوئی افسانوی باتیں نہیں بلکہ خوفناک حقیقت ہے۔ یہ محض اندازے نہیں بلکہ سوچی سمجھی منصوبہ بندی ہے۔ یہ جعلی طور پر لکھ کر کسی کے کھاتے میں نہیں ڈالے گئے بلکہ زندگی کے خفیہ چشموں سے گہری واقفیت رکھنے والوں کا منصوبہ ہے۔

دی ڈیئر بورن انڈی پنڈنٹ

10- جولائی 1920ء

سانپ اور عورت

ان پروٹوکولز (دستاویزات) میں سے ہر ایک اپنے اندر ایک خاص پیغام، ایک خاص لائحہ عمل اور ایک خاص تجزیہ رکھتا ہے۔ جن اعتماد کے لوگوں یا عہدیداروں تک مخصوص پیغام پہنچانا مقصود تھا (یا ہے) وہ اسے خوب اچھی طرح جانتے اور اس کے مطابق عمل کرتے رہے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے۔

پروٹوکول نمبر3 میں جس "علامتی سانپ" کا ذکر ہے اس کے متعلق پروفیسر سرجائی نائلس نے 1905ء کے ایڈیشن میں لکھا:

"یہودیوں کی خفیہ تنظیم کے ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ ذہین اور فہیم یہودیوں نے دنیا کو پرامن ذرائع سے سانپ کی سی مکاری اور

www.ahnafmedia.com

عیاری سے فتح کرنے کا پروگرام بنایا۔ اس سانپ کا علامتی سران لوگوں کی نمائندگی کرتا ہے جنہیں اس تنظیم کے خفیہ منصوبوں پر عمل درآمد کے سلسلے میں مکمل اعتماد میں لیا گیا ہے۔ سانپ کے دھڑ سے مراد یہودی قوم ہے۔ اس تنظیم کو ہمیشہ خفیہ رکھا گیا یہاں تک کہ خود یہودی قوم کو بھی اس کا علم نہیں۔ اس سانپ نے جن قوموں میں راہ پائی ہے وہاں کی ریاستوں کی تمام قوتوں کو کمزور اور مفلوج کر کے ہڑپ کرتا گیا۔

یہودی عورتیں

اس سانپ کا کام ابھی ختم نہیں ہوا۔ اس نے طے شدہ منصوبے کے مطابق اپنا مجوزہ راستہ طے کرتے ہوئے صیون (فلسطین) میں اپنا سر نکالنا ہے (نکال بھی لیا ہے..... مئولف) اور اس مقصد کے لئے اس نے پورے یورپ کا چکر لگا کر اسے اپنے گھیرے میں لینا ہے۔ اس طرح یورپ کو پابند سلاسل کر کے پوری دنیا کو گھیرنا ہے اور دوسرے ملکوں کو مطیع بنانے کے لئے ان پر مالی اور اقتصادی غلبہ حاصل کرنا ہے۔ صیون کی طرف سانپ کی مراجعت اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ تمام یورپی حکومتیں کمزور اور بے بس نہ ہو جائیں۔ یعنی جب تک اقتصادی بحران اور ہمہ گیر تباہی و بربادی لوگوں کو روحانی اور اخلاقی پستی کے گڑھے میں نہ دھکیل دے۔ اس مقصد کے لئے خوبصورت یہودی عورتوں کو استعمال کیا جائے گا۔ یہ عورتیں دوسری قوموں کے رہنماؤں میں اخلاقی بے راہ روی پیدا کرنے کا سب سے زیادہ مئوثر اور یقینی ذریعہ بنیں گی۔

www.ahnafmedia.com

"جن ممالک سے یہ سانپ گزر چکا ہے اور یہودی عورت اپنا کام دکھا گئی ہے ان میں آئین، قانون اور اخلاق کی بنیاد کھوکھلی ہو گئی ہے اس وقت تمام تر توجہ روس پر مرکوز ہے، اس نقشے پر (جو اس کتاب کے شروع میں دیا گیا ہے) سانپ کا آئندہ راستہ نہیں دکھایا گیا۔ لیکن تیروں کے نشانات سے ماسکو (کیف) اڈیسہ کی طرف اس کی آئندہ حرکت کی نشاندہی کی گئی ہے اس کے بعد اس کا رخ مشرق (مسلم ممالک کی طرف مڑ جاتا ہے) جب اس علاقے پر اسرائیل کی گرفت مکمل ہو جائے گی تو اینگلو انڈین بلاک کے ایماء اور ان کے براہ راست مداخلت سے، جس کی حمایت کمیونسٹ ممالک بھی کریں گے باقی اسلامی دنیا پر قبضہ آسان ہو جائے گا۔"

www.ahnafmedia.com